عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۲ | ۱۹تا۲۹ رصفر ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۳تا۳۱ ردسمبر ۲۰۱۳ء | شمارہ: ۴۸

برداشت امن
اور رواداری
کے علمبردار

مسلم عیسائی تعلقات
اور امن عالم

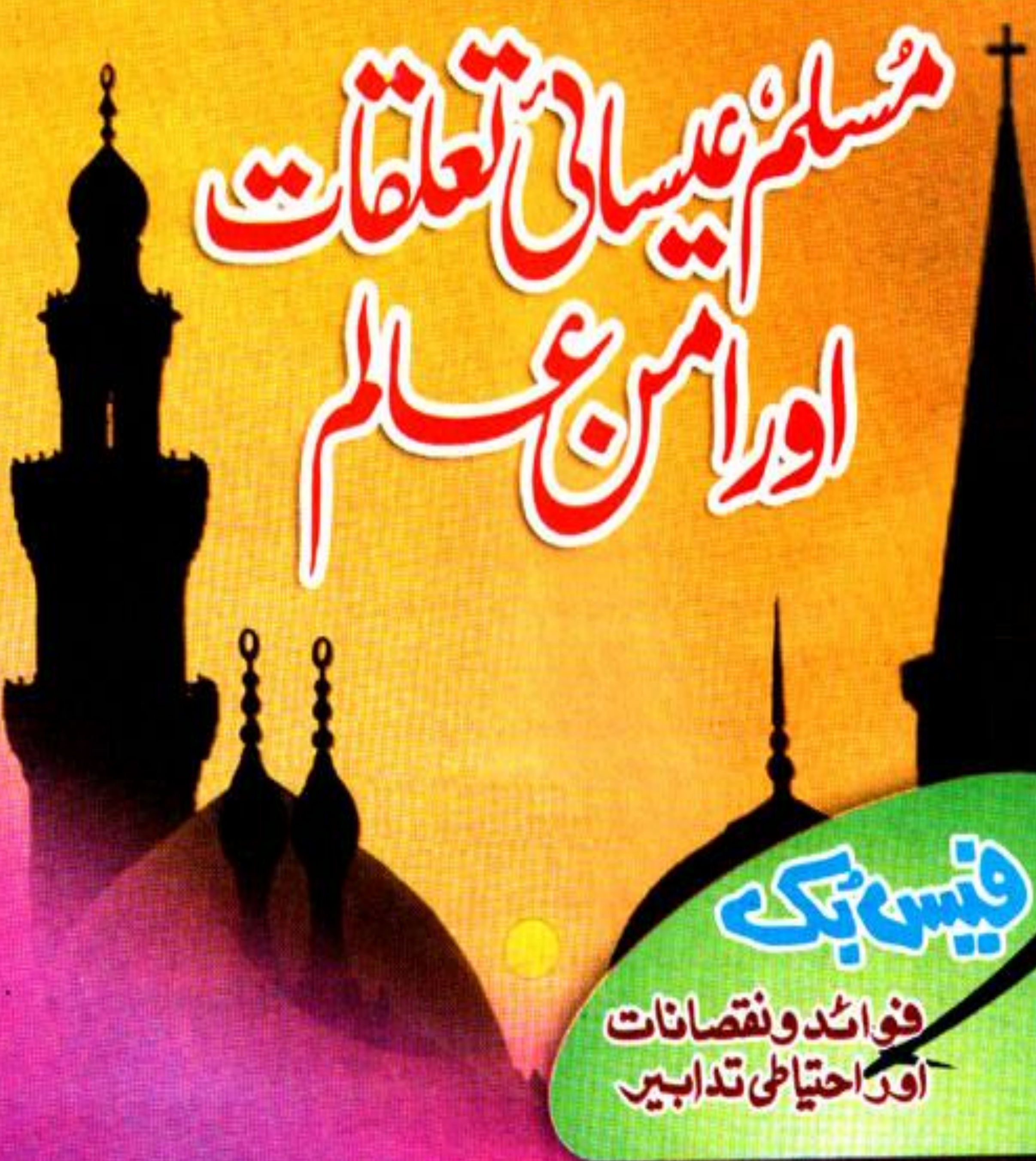

فیس بک
فوائد و نقصانات
اور احتیاطی تدابیر

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مساجد کی دکانیں قادیانیوں کو کرائے پر دینا

محمد عبداللہ، وندر بلوچستان

س:...... کیا مسلمان، قادیانی کے ساتھ کاروبار کرسکتا ہے؟ نیز مسجد کی ملکیت کی دکانیں کرایہ پر قادیانیوں کو دی جاسکتی ہیں؟ اگر نہیں دی جاسکتیں تو جو قادیانی مسجد کی ملکیت میں دکان پر کرایہ دار ہو تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

ج:...... واضح رہے کہ قادیانی کافر محارب اور زندیق ہیں اور اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت نہیں سمجھتے بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، نیز قادیانی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ اپنی جماعت کے مرکزی فنڈ میں جمع کراتے ہیں جو مسلمانوں کے خلاف تبلیغ اور ارتدادی مہم پر خرچ ہوتا ہے، لہٰذا ان کے ساتھ مل کر کاروبار کرنا، تجارت کرنا ناجائز و حرام ہے، کیونکہ اس صورت میں گویا مسلمان بھی سادہ لوح مسلمانوں کو مرتد بنانے میں ان کی مدد کررہے ہیں، اسی طرح مسجد جو کہ اللہ کا گھر ہے اور قادیانی، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن ہیں، ان کو مسجد کی دکانیں کرایہ پر دینا جائز نہیں اور یہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ناراضگی کا سبب ہے، چنانچہ اگر مسجد کی دکان کسی قادیانی کو کرائے پر دی گئی ہے تو فوراً اس سے خالی کرالی جائے اور آئندہ کے لئے اس سے اجتناب کیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مردوں کے لئے چاندی کی انگوٹھی استعمال کرنا

ابو حسن، کراچی

س:...... کیا مردوں کے لئے سونے کے علاوہ کسی دوسری دھات وغیرہ کی انگوٹھی پہننا جائز ہے؟ اور کیا چاندی کی انگوٹھی زیادہ وزن کی پہننا بھی منع ہے، گلے کی چین، کان کی بالی اور ہاتھ میں بریسلیٹ جو فیشن کے لئے پہنتے ہیں، بیٹل کا یا ربر کا دھاگہ وغیرہ کا؟

ج:...... مردوں کے لئے چاندی کے علاوہ کسی دوسری دھات کی انگوٹھی وغیرہ استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور چاندی کی انگوٹھی کا وزن بھی صرف ایک مثقال (چار گرام ۳۷۴ ملی گرام) ہو، چونکہ زیورات کا استعمال

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

زیب و زینت کے لئے ہوتا ہے اور یہ صرف عورتوں کے لئے جائز ہے، مگر مردوں کے لئے ہر قسم کا زیور ممنوع ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بھول کر پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بجائے دوسری سورۃ پڑھنا

س:...... ایک شخص نماز پڑھنے لگا تو پہلی رکعت میں یا دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بجائے کوئی سورۃ پڑھنی شروع کردی؟ بعد میں اسے یاد آیا کہ سورۂ فاتحہ تو پڑھی ہی نہیں، اب وہ کیا کرے؟ کیا دوبارہ سورۂ فاتحہ پڑھے یا ایسے ہی رکوع میں چلا جائے اور کیا ایسا کرنے سے سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

ج:...... فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ ملانا واجب ہے، لہٰذا اگر کوئی سورۂ فاتحہ پڑھنا بھول جائے اور سورۃ شروع کردے تو یاد آنے پر سورۃ چھوڑ کر پہلے سورۂ فاتحہ پڑھے، اس کے بعد دوبارہ کوئی سورۃ ملائے اور پھر نماز کے آخر میں سجدہ سہو بھی کرے اور اگر سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو آخر میں سجدہ سہو لازم ہوگا۔

☆☆............☆☆

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ عالمی

جلد:۳۲ ۱۹تا۲۶/صفر المظفر ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۳تا۳۱/دسمبر ۲۰۱۳ء شمارہ:۴۸

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

اسوۂ حسینی کا علم بردار کون؟	۵	محمد اعجاز مصطفی
مسلم عیسائی تعلقات اور امن عالم	۸	پروفیسر ڈاکٹر عبدالخالق
فیس بک.... فوائد ونقصانات	۱۳	حماد الرحمن
برداشت، امن اور رواداری کے علمبردار	۱۵	عبداللطیف خضداری
برأت حضرت تھانویؒ (۲)	۱۷	علامہ ڈاکٹر خالد محمود
شیخ الکل مولانا عبدالغفور قاسمیؒ	۲۲	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
کارزار حیات میں ایک مومن کا کردار	۲۴	شمس الحق ندوی

بنیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زر تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

چیک - ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت اکاؤنٹ نمبر 363-8 اور اکاؤنٹ نمبر 927-2 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ 0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

قیامت کے حالات

قیامت کے دن کے پسینے کا بیان

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

"حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ: جب قیامت کا دن ہوگا، سورج بندوں کے قریب لایا جائے گا، یہاں تک میل یا دو میل کے فاصلے پر ہوگا۔ سلیم بن عامرؒ کہتے ہیں کہ: میں نہیں جانتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس میل کا ارادہ فرمایا، آیا زمین کی مسافت کا؟ یا وہ میل (یعنی سرمہ کی سلائی) جس سے آنکھوں میں سرمہ لگایا جاتا ہے؟ پس آفتاب ان کی چربی پگھلا دے گا، پس لوگ اپنے اعمال کے بقدر پسینے میں نہائے ہوئے ہوں گے، کسی کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا، کسی کا گھٹنوں تک، کسی کا کمر تک، اور کسی کا منہ تک پہنچا ہوا ہوگا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ: بعض کا پسینہ ان کے منہ کو لگام دیئے ہوئے ہوگا۔"

(ترمذی ج:۲ ص:۶۴، ۶۵)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ''جس دن کھڑے ہوں گے لوگ رب العالمین کے سامنے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: لوگ پسینے میں کھڑے ہوں گے جو ان کے کانوں کے نصف تک پہنچے گا۔"

(ترمذی ج:۲ ص:۶۵)

ان احادیثِ طیبہ میں قیامت کی شدت کو بیان فرمایا ہے کہ اس دن آفتاب بندوں کے قریب لایا جائے گا، گرمی کی شدت، قیامت کی ہولناکی اور انسانوں کے بے پناہ ہجوم کی وجہ سے لوگ پسینے میں نہائے ہوں گے، اور ہر ایک کا پسینہ اس کے اپنے اعمال و کردار کے مطابق ہوگا، یہ مضمون ان دو حدیثوں کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث میں آیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے: قیامت کے دن لوگوں کو اس قدر پسینہ آئے گا کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر گز تک جائے گا، اور ان کے منہ میں لگام کی طرح ہوگا، یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ (بخاری)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: قیامت کے دن آفتاب زمین کے قریب لایا جائے گا، پس لوگ پسینہ پسینہ ہوجائیں گے، کسی کا پسینہ ایڑیوں تک ہوگا، کسی کا آدھی پنڈلی تک، کسی کا گھٹنوں تک، کسی کا رانوں تک، کسی کا کمر تک، کسی کا کندھوں تک، کسی کا منہ تک پہنچ کر لگام کی طرح ہوگا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا، اور کسی کا سر سے اُونچا ہوگا، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک سر کے اُوپر رکھا۔

(مستدرک، حدیث عقبہ بن عامر)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ: ''یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' پڑھی اور فرمایا کہ: قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا، اور لوگ آدھے دن تک کھڑے رہیں گے، لیکن مؤمن کے لئے یہ دن صرف اتنے وقفے کا ہوگا جیسا کہ سورج کے اُفق کے قریب پہنچنے کے بعد غروب تک کا وقت ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: قیامت کے دن لوگ جمع کئے جائیں گے تو چالیس سال تک اس طرح کھڑے رہیں گے کہ ان کی نظریں آسمان کی طرف پھٹی کی پھٹی رہیں گی، اور پریشانی کی شدت سے ان کا پسینہ منہ کو آرہا ہوگا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: قیامت کے دن آفتاب کو دس سال کی تپش دی جائے گی، پھر اسے لوگوں کی کھوپڑیوں کے قریب لایا جائے گا، یہاں تک کہ کمانوں کے درمیان کا فاصلہ رہ جائے گا، پس لوگوں کو پسینہ آئے گا یہاں تک کہ پسینہ زمین میں قدِ آدم تک پھیل جائے گا، پھر بلند ہوگا یہاں تک کہ غرغرہ کی وجہ سے آدمی کا سانس گھٹنے لگے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ: آفتاب کی گرمی اس دن کسی مؤمن مرد اور عورت کو نقصان نہیں دے گی، امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مؤمن سے مراد کامل الایمان ہیں، کیونکہ اُوپر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آچکا ہے کہ لوگ اپنے اعمال کی بقدر پسینے میں ہوں گے۔ (فتح الباری)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: آدمی کے پسینے چھوٹ جائیں گے، یہاں تک کہ قدِ آدم تک پسینہ زمین پر بہنے لگے گا، پھر بلند ہوگا یہاں تک کہ اس کی ناک تک پہنچ جائے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: قیامت کے دن آدمی کا پسینہ اس کے منہ کو آتا ہوگا، یہاں تک کہ وہ کہے گا کہ: یا اللہ! مجھے اس عذاب سے نجات عطا فرما، خواہ دوزخ میں ڈال دے۔

☆☆..........☆☆

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

اسوۂ حسینؓ کا علم بردار کون؟

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلام علی عبادہٖ الذین اصطفٰی

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا اور ذوالحجہ اُس کا آخری مہینہ ہے۔ واقعۂ ہجرت کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامی تقویم (کیلنڈر) کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شروع فرمایا، جن کا یومِ شہادت یکم محرم الحرام ہے۔ دس محرم الحرام کو نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یومِ شہادت ہے۔ اسلامی سال کے آخری مہینہ ذوالحجہ کی اٹھارہ تاریخ کو آپ ﷺ کے دوہرے داماد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دن ہے۔ گویا اسلامی تاریخ کی ابتداء بھی شہادتوں سے مزین ہے اور انتہاء بھی شہادت سے آراستہ ہے۔

غلبۂ دین، کلمۂ حق، اعلائے کلمۃ اللہ، اسلامی سرحدوں اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے جدوجہد وکوشش کرنا اور اپنی توانائیاں صرف کرنا ''جہاد'' کہلاتا ہے اور اس راہ میں جو کوئی جان کی بازی لگادے تو اس شخص کو قرآن وسنت کی اصطلاح میں ''شہید'' اور اس کے اس عمل کو ''شہادت'' جیسے خوبصورت عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

کسی کو شہادت کا اعزاز مل جانا اس کے لئے عظیم انعامِ الٰہی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے والوں کو مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں جس کا تمہیں شعور نہیں۔'' دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ''بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق ملتا ہے۔''

حضور اکرم ﷺ نے خود شہادت کی تمنا فرمائی۔ شہادت کے فضائل اور انعامات کو مختلف انداز اور مختلف الفاظ سے بیان فرمایا۔ ہر صحابیٔ رسول اس کی تمنا اور آرزو کیا کرتا تھا، اسی لئے بدر، اُحد، خندق، حنین جیسے غزوات میں صحابہ کرامؓ نے دادِ شجاعت پائی، بہادری کے جوہر دکھائے اور کئی ایک نے تمغۂ شہادت حاصل کیا۔ اسی لئے نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول سیدنا حضرت حسینؓ نے بھی اپنے پیش رو اکابر صحابہ کرامؓ کی راہ پر چلتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔

دوسری طرف یہود ونصاریٰ، کفار ومشرکین اور دین دشمنوں کے ظلم وستم، جبر وتشدد اور سفاکیت وبہیمیت سے اَٹی ہوئی تاریخ ہے، جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام، ان کے متبعین اور عدل وانصاف کا پرچار کرنے والوں کو ہر دور میں قتل اور شہید کیا۔ قرآن کریم اس کی شہادت ان الفاظ میں دیتا ہے:

''اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ
فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔'' (آل عمران:۲۱)

ترجمہ: ''جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کے حکموں کا اور قتل کرتے ہیں پیغمبروں کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ان کو جو حکم کرتے ہیں
انصاف کرنے کا لوگوں میں سے سو خوشخبری سنادے ان کو عذاب دردناک کی۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)

مشرکین مکہ اور یہود نے حضور اکرم ﷺ کو کئی بار شہید کرنے کی منصوبہ بندی کی، آپ ﷺ کو زہر دیا گیا، آپ ﷺ پر دیوار گرانے کی کوشش کی گئی، ظلم وجبر کا کونسا حربہ اور طریقہ تھا جو آپ ﷺ کے خلاف روا نہیں رکھا گیا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مختصر ترین دور، جہاد اور اسلام کے غلبہ کا دور شمار ہوتا ہے۔ ان کے سنہرے دور خلافت میں جہاد کی برکت سے کلمۂ اسلام کی سربلندی اور باطل کی بیخ کنی ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عدل وانصاف اور رعب ودبدبہ کی بدولت ان کے پورے دور خلافت میں منافقین اور دشمنانِ دین اپنی سازشوں میں مکمل طور پر ناکام رہے، تا آنکہ ابولؤلؤ مجوسی کے ذریعہ حضور اکرم ﷺ کے سسر، آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ پھر آپ ﷺ کے دوہرے داماد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بڑے صاحبزادے اور آپ ﷺ کے نواسہ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ اس کے بعد سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

ان تمام شہادتوں کے پس منظر میں اگر غور وفکر اور عقل وتدبر سے کام لیا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ ان شہادتوں سے مقصود صرف اور صرف یہ تھا کہ جس جس فرد یا شخصیت کا نسبی یا روحانی تعلق آپ ﷺ کے ساتھ ہے، ہر دور میں ان کو راستے سے ہٹانے کی ناپاک اور مذموم کوششیں کی گئیں۔

اسلام کی سوا چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ جس نے بھی حضور اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین کے ساتھ اپنا تعلق گہرا اور مضبوط کیا، اس کی تعلیم وتعلم اور نشر واشاعت میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنے کی کوشش کی، اُسے نہ صرف یہ کہ قید وبند، صعوبتوں اور مشکلات کی بھٹیوں میں ڈالا گیا، بلکہ ان کے وجود کو بھی صفحۂ ہستی سے مٹانے کی ناپاک جسارتیں کی گئیں۔ کس کس کا نام لیا جائے؟ اور کس کس کا نام چھوڑا جائے؟؟۔

اسلامی تاریخ کے اس تابناک پس منظر کے تناظر میں یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ دس محرم الحرام ۱۴۳۵ھ بروز جمعہ راولپنڈی راجہ بازار میں قائم مسجد ومدرسہ تعلیم القرآن پر ماتمی جلوس میں شریک شرپسند عناصر نے نماز جمعہ میں مصروف نمازیوں اور مدرسہ کے طلبہ پر ہلہ بول دیا۔ عینی شاہدین اور زخمیوں کے بیانات کے مطابق یہ حملہ آور کئی گھنٹے تک دارالعلوم تعلیم القرآن اور مسجد کو اپنے گھیرے میں لئے کانچ کی بوتلوں، لوہے کے راڈوں، خنجروں اور کلاشنکوفوں سے نمازیوں اور مدرسہ کے طلبہ کرام کو بے دردی اور درندگی سے شہید اور ذبح کرتے رہے۔ زندہ انسانوں کو آگ میں ڈالا گیا، آہنی راڈوں سے ان پر حملہ کیا گیا۔ درجنوں طلبہ کرام ابھی تک لاپتہ ہیں۔ حملہ آوروں نے صرف اسی پر بس نہیں کی، بلکہ مسجد، مدرسہ اور اس سے ملحق مارکیٹ کو بھی آتش گیر مادہ سے بھسم کر دیا، جس کی آگ دوسرے روز تک جلتی رہی اور تاجروں کے بقول اس مارکیٹ کے جلنے سے ان کا تقریباً دس ارب روپے کا نقصان ہوا ہے۔ مسجد، مدرسہ اور مارکیٹ مکمل طور پر تباہ ہوگئی ہے، جسے بلڈوز کر کے نئے سرے سے تعمیر کرنا پڑے گا۔

دوسری طرف پولیس خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتی رہی اور انہوں نے ان بے رحم قاتلوں اور سفاک درندوں کے ہاتھ روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی اور اخبارات کی اطلاعات کے مطابق ڈیڑھ درجن کے قریب پولیس والے ان قاتلوں کے ساتھ شریک جرم رہے۔ کمشنر، ڈپٹی کمشنر اور کئی ایس پی حضرات اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی بجائے اپنی نااہلی کا ثبوت دیتے رہے۔ پولیس کی نااہلی کے علاوہ یہاں کئی اور سوالات بھی تشنۂ تحقیق وتفتیش ہیں:

۱:۔۔۔۔۔۔ راولپنڈی راجہ بازار کے باشندوں اور عینی شاہدین کے مطابق ہمیشہ یہ جلوس شام چار بجے کے قریب اس جگہ پہنچتا تھا۔ اس دفعہ یہ جلوس پونے دو بجے یہاں کیسے پہنچ گیا؟

۲:۔۔۔۔۔۔ اس جلوس میں جو شرپسند عناصر آئے تھے، اس جلوس میں انہیں کون لایا؟

۳:۔۔۔۔۔۔ اس کم وقت، بند مارکیٹ میں ان کے پاس یہ آتش گیر مادہ، اسلحہ، خنجر اور کانچ کی بوتلیں کہاں سے آئیں؟

۴:...... پولیس والوں نے اپنا اسلحہ ان شرپسند عناصر کو کیوں دیا؟

۵:...... بعض اطلاعات کے مطابق ان شرپسندوں کی ایک ٹولی نماز سے پہلے ہی کوئی کیمیکل نما چیز پوری مسجد، مدرسہ اور مارکیٹ میں چھڑک کر گئی تھی اور اس حملہ کے بعد انہوں نے اس کو آگ لگائی ہے، جس سے چھتوں اور پلروں کا سریا بھی پگھل کر ٹیڑھا ہو گیا ہے۔

۶:...... مدرسہ اور مسجد میں داخلہ کے لئے غیر معروف راستوں کا پتہ انہیں کس نے بتایا؟

۷:...... اس جلوس کی نگرانی اور حفاظت پر مامور انتظامیہ نے انہیں روکنے کی کارروائی اور کوشش کیوں نہیں کی؟

اس طرح کے کئی اور سوالات ہیں، جن کا جواب دینا انتظامیہ اور حکومت کے ذمہ ہے۔ جب تک وہ عوام کو تسلی بخش جواب نہیں دے گی، اس وقت تک وہ اس واقعہ سے بری الذمہ نہیں ہو سکتی۔

بجائے اس کے کہ حکومت اور انتظامیہ ان مجرمین کو موقع پر گرفتار کرتی اور ان کے خلاف دہشت گردی کے مقدمات بنائے جاتے، اُلٹا پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف علمائے کرام کو تلقین کر رہے ہیں کہ آپ اس واقعہ کے خلاف سراپا احتجاج بننے والوں کو روکیں، پاکستان کو کوئی نقصان پہنچا تو تاریخ علمائے کرام کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب یہ بیان آخر کس ترنگ میں دے رہے ہیں؟ اور وہ کیا چاہتے ہیں؟ اس لئے کہ لاشے بھی مسلمان نمازیوں اور طلبائے کرام کے گرائے جا رہے ہیں اور دھمکیاں اور حالات کی ذمہ داری بھی علمائے کرام پر ڈالی جا رہی ہے، کیوں؟ حکومت، انتظامیہ اور سرکاری اہلکار کس مرض کی دوا ہیں؟ اور ان کا مصرف کیا ہے؟ عوام کا مطالبہ ہے کہ اس دن جن پولیس افسران کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی اور انہوں نے اپنی نااہلی کا ثبوت دیا، ان کو نوکریوں سے برخاست کر کے ان کے خلاف دہشت گردی کے مقدمات قائم کر کے انہیں عبرتناک سزا دی جائے۔

ہر پاکستانی وزیر اعلیٰ پنجاب سے یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہے کہ جناب! علماء کرام نے تو ہر دور میں امن و امان قائم رکھنے کی کوشش کی ہے، لیکن صاحبان اقتدار اور ارباب حکومت اپنی کارکردگی اور غیر جانب دارانہ تحقیقات کے نتائج قوم کو کب دیں گے؟

محسوس یوں ہوتا ہے کہ مسجد، مدرسہ اور اس سے ملحقہ مارکیٹ کو جلانے کی منصوبہ بندی اور پلاننگ پہلے سے بنالی گئی تھی اور اس دن صرف اُسے عملی جامہ پہنایا گیا۔ حکومت بتائے کہ جس دن امریکہ کے ٹاور جلتے ہیں تو یہودی تمام کے تمام چھٹی پر چلے جاتے ہیں، بعینہٖ اسی انداز میں دار العلوم تعلیم القرآن، مسجد اور مارکیٹ کو آگ لگائی جاتی ہے تو انتظامیہ کا ذمہ دار کوئی مری کی ہواؤں سے لطف اندوز ہو رہا ہے تو کوئی اسلام آباد میں آرام کر رہا ہے۔ موقع پر موجود اہلکار نہ صرف یہ کہ ان شرپسندوں کو روک نہیں رہے، بلکہ برابر ان مجرمین کا ساتھ بھی دے رہے ہیں تو ایسا کیوں؟

....

افسوس یہ ہے کہ پاکستان جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا، یہاں ۶۶ سالوں سے اسلام تو نہ آسکا، لیکن اسلام کے نام پر الحاد، زندقہ، تفرقہ، کشت و خون، قتل و قتال، فتنہ و فساد، بے دینی، بے اعتقادی، تشدد اور عدمِ برداشت کا کلچر خوب پروان چڑھا۔

ان چیزوں کو پروان چڑھانے میں جہاں مغربی استعمار، مغرب کی غلام حکومتیں، ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ کے فلسفہ پر ایمان رکھنے والے بااختیار حکمران اور صاحبانِ اقتدار شریک جرم ہیں، وہاں بیرونی ایجنڈے پر کام کرنے والی جماعتیں اور ان کے لیڈر، دین اور اہل دین کو بدنام کرنے والے بعض صحافی، ٹی وی اینکر، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا بھی برابر کا شریک ہے۔ اس لئے کہ لسانیت، قومیت، عصبیت، صوبائیت، فرقہ پرستی، مخصوص امتیازات، مخصوص نعرے اور مخصوص رسموں کو ہوا دینے میں ان سب کا حصہ ہے۔ (باقی صفحہ:۲۶ پر)

مسلم عیسائی تعلقات اور امن عالم

پروفیسر ڈاکٹر عبدالخالق، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی انڈیا

انسانوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کا سلسلہ جاری فرمایا۔ (مشکوٰۃ: کتاب الانبیاء) کے مطابق اللہ تعالیٰ نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل مبعوث فرمائے، جن میں تقریباً تین سو تیرہ رسول تھے، باقی تمام نبی تھے۔ عام طور پر ہر ایک نبی اپنے سے پہلے نبی کی تصدیق کرتا چلا آیا اور اپنے سے بعد میں آنے والے نبی کی پیشگوئی کرتا چلا آیا، یعنی: "مُصَدِّقٍ لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ" کی صدا ہمیشہ گونجتی رہی، اس سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و رسل سے نبی آخر الزماں سید الانبیاء فخر الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کرنے اور تصدیق کرنے کا عہد لیا، جیسا کہ قرآن کریم کی سورۂ آل عمران کے الفاظ قرآن اس طرح سے ہے:

"وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ" (آل عمران:۸۱)

ترجمہ: "اور جب لیا اللہ تعالیٰ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول جو سچا بتاوے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا کہ کیا تم نے اس کا اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا؟ بولے ہم نے اقرار کیا، فرمایا کہ تم اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔"

یعنی وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا کہ جو کچھ تم کو کتاب اور علم شریعت وغیرہ دوں اور پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آوے جو مصدق اور موافق ہو اس علامت کا جو تمہارے پاس کی کتاب اور شریعت میں ہے یعنی دلائل معتبرہ عندالشرع سے اس کی رسالت ثابت ہو تو تم ضرور اس رسول کی رسالت پر دل سے اعتقاد بھی لانا اور ہاتھ پاؤں سے اس کی مدد بھی کرنا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ عہد بیان کر کے فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور لیا اس مضمون پر میرا عہد اور حکم قبول کیا وہ بولے کہ ہم نے اقرار کیا۔ ارشاد فرمایا تو اپنے اس اقرار پر گواہ بھی رہنا، کیونکہ گواہی سے پھرنے کو ہر شخص ہر حال میں معیوب سمجھتا ہے، بخلاف اقرار کرنے والے کہ کہ بوجہ صاحب غرض ہونے، اس کا پھر جانا شاید مستبعد نہیں ہوتا ہے، اسی طرح تم صرف اقرار ہی نہیں بلکہ گواہ کی طرح اس پر قائم رہنا اور میں بھی اس مضمون پر تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ میں اس واقعہ کی اطلاع اور علم رکھنے والا ہوں سو جو شخص امتوں میں سے روگردانی کرے گا، اس عہد سے بعد اس کے کہ انبیاء تک سے عہد لیا گیا اور امتیں تو کس شمار میں ہیں تو ایسے ہی لوگ پوری نافرمانی کرنے والے یعنی کافر ہیں۔

اس میثاق انبیاء علیہم السلام کے باعث حضرات انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی، بطور خاص حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام نے اپنی اپنی امتوں کو صاف و واضح ہدایات دی ہیں جیسا کہ قرآن کریم کے سورۂ اعراف کی آیت ۱۵۷ اور تورات کی کتاب استثناء کے باب ۱۸، آیت: ۱۷ تا ۲۲ اور انجیل یوحنا کے باب: ۱۴، ۱۵ اور ۱۶ میں مذکور ہے۔

سورۂ اعراف کی اسی آیت کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ نے بیہقی کی دلائل نبوت سے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا وہ اتفاقاً بیمار ہوگیا تو آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ اس کا باپ اس کے سرہانے کھڑا ہوا تورات پڑھ رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ:

"اے یہودی، میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں! جس نے حضرت موسیٰ پر تورات نازل فرمائی ہے کہ کیا تو تورات میں میرے حالات و صفات اور میرے ظہور کا بیان پاتا ہے؟ اس نے انکار کیا تو بیٹا بولا: یا رسول اللہ! یہ غلط کہتا ہے، تورات میں ہم آپ کا ذکر اور صفات پاتے ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ اب یہ مسلمان ہے، انتقال کے بعد اس

کی تجہیز و تکفین مسلمان کریں، باپ کے حوالے نہ کریں۔" (تفسیر مظہری)

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ایک یہودی کا قرض تھا، اس نے آکر اپنا قرض مانگا، آپؐ نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں، کچھ مہلت دو، یہودی نے شدت کے ساتھ مطالبہ کیا اور کہا کہ میں آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک میرا قرض ادا نہ کردیں، آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں اختیار ہے میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں گا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ بیٹھ گئے اور ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور پھر اگلے روز کی صبح کی نماز یہیں ادا فرمائی۔"

صحابہ کرامؓ یہ ماجرا دیکھ کر رنجیدہ اور غضبناک ہورہے تھے اور آہستہ آہستہ یہودی کو ڈرا دھمکا کر یہ چاہتے تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تاڑ لیا اور پھر صحابہ کرامؓ سے پوچھا یہ کیا کرتے ہو؟ تب انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اس کو کیسے برداشت کریں کہ ایک یہودی آپ کو قید کرے، آپؐ نے فرمایا کہ: مجھے میرے رب نے منع فرمایا ہے کہ کسی معاہد وغیرہ پر ظلم کروں۔

یہودی یہ سب ماجرا دیکھ اور سن رہا تھا، صبح ہوتے ہی یہودی نے کہا: "اشهد ان لا الٰه الا الله واشهد انك رسول الله" اس طرح مشرف بہ اسلام ہوکر اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اپنا آدھا مال اللہ کے راستے میں دے دیا اور قسم ہے خدا کی کہ میں نے اس وقت جو کچھ کیا اس کا مقصد یہ امتحان کرنا تھا کہ تورات میں جو آپ کی صفات بتلائی گئی ہیں وہ آپؐ میں صحیح طور پر موجود ہیں یا نہیں؟ میں نے تورات میں آپؐ کے متعلق یہ الفاظ پڑھے ہیں:

"محمد بن عبداللہ! ان کی ولادت مکہ میں ہوگی اور ہجرت طیبہ کی طرف اور ملک ان کا شام ہوگا، نہ وہ سخت مزاج ہوں گے نہ سخت بات کرنے والے نہ بازاروں میں شور کرنے والے، فحش اور بے حیائی سے دور ہوں گے۔"

اب میں نے ان تمام صفات کا امتحان کرکے آپؐ میں صحیح پایا، اس لئے شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور یہ میرا آدھا مال ہے آپ کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہیں خرچ فرمائیں اور یہ یہودی بہت مالدار تھا، آدھا مال بھی ایک بڑی دولت تھی، اس روایت کو تفسیر مظہری میں بحوالہ دلائل النبوت بیہقی نقل فرمایا ہے۔

اور امام بغوی نے اپنی مسند کے ساتھ کعب احبارؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تورات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ لکھا ہے:

"محمد اللہ کے رسول اور منتخب بندے ہیں، نہ سخت مزاج ہیں اور نہ بے ہودہ گو اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے، بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے ہیں بلکہ معاف فرمادیتے ہیں اور درگزر کرتے ہیں، ولادت آپ کی مکہ میں اور ہجرت مدینہ طیبہ ہوگی، ملک آپ کا شام ہوگا اور امت آپ کی "حمادین" ہوگی، یعنی راحت وکلفت دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد وشکر ادا کرے گی، ہر بلندی پر چڑھنے کے وقت وہ تکبیر کہا کرے گی، وہ آفتاب کے سایوں پر نظر رکھے گی تاکہ اس کے ذریعہ اوقات کا پتہ لگا کر نمازیں اپنے وقت میں پڑھا کرے، وہ اپنے نچلے بدن پر تہبند استعمال کرے گی اور اپنے ہاتھ پاؤں کو وضو کے ذریعہ پاک وصاف رکھے گی، ان کا اذان دینے والا فضا میں آواز بلند کرے گا، جہاد میں ان کی صفیں ایسی ہوں گی جیسی نماز جماعت میں، رات کو ان کے تلاوت کی آوازیں ایسی گونجا کریں گی جیسے شہد کی مکھیوں کا شور ہوتا ہے۔"

اسی طرح ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت سہیل مولیٰ خیثمہ سے سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت سہل نے فرمایا: میں نے خود انجیل میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ صفات پڑھی ہیں:

"وہ نہ پستہ قد ہوں گے اور نہ بہت دراز قد، سفید رنگ دو زلفوں والے ہوں گے، ان کے دونوں شانوں کے درمیان ایک مہر نبوت ہوگی، صدقہ قبول نہ کریں گے، حمار اور اونٹ پر سوار ہوں گے، بکریوں کا دودھ خود دوہ لیا کریں گے، پیوند زدہ کرتا استعمال فرمائیں گے اور جوایسا کرتا ہے وہ تکبر سے بَری ہوتا ہے، وہ اسماعیلؑ کی ذریت سے ہوں گے، ان کا نام احمد ہوگا۔"

مزید براں ابن سعد نے طبقات میں، دارمی نے اپنی مسند میں، بیہقی نے دلائل النبوۃ میں، عبدالسلامؓ بن سلامؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جو یہودی مذہب کے سب سے بڑا عالم اور تورات کے ماہر مشہور تھے، انہوں نے فرمایا کہ تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ الفاظ مذکور ہیں:

"اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا ہے امتوں پر گواہ بنا کر اور نیک عمل کرنے والوں کو بشارت دینے والا، بُرے اعمال والوں کو ڈرانے والا بنا کر اور امیین یعنی عرب کی حفاظت کرنے والا بنا کر، آپ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے، نہ آپ سخت مزاج ہیں نہ جھگڑالو اور نہ بازار میں شور کرنے والے، بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کردیتے ہیں اور درگزر کرتے ہیں، اللہ

تعالیٰ ان کو اس وقت تک وفات نہیں دیں گے جب تک کہ ان کے ذریعہ ٹیڑھی قوم کو سیدھا نہ کردیں، یہاں تک وہ لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہوجائیں اور اندھی آنکھوں کو کھول دے اور بہرے کانوں کو سننے کے قابل بنادیں اور بندھے ہوئے دلوں کو کھول دیں۔"

اس جیسی ایک روایت بخاری میں بروایت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ مذکور ہے اور کتاب سابقہ کے بڑے ماہر عالم وہب بن منبہ سے بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یہ وحی فرمائی کہ اے داؤد! آپ کے بعد ایک نبی آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا، میں ان پر کبھی ناراض نہ ہوں گا اور وہ کبھی میری نافرمانی نہ کریں گے اور میں نے ان کے لئے سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کردی ہیں، ان کی امت امت مرحومہ ہے، میں نے ان کو وہ نوافل دی ہیں جو انبیاء کو عطا کی تھیں اور ان پر وہ فرائض عائد کی ہیں جو پچھلے انبیاء پر لازم کئے گئے تھے، یہاں تک کہ کو محشر میں میرے سامنے اس حالت میں آئیں گے کہ ان کا نور انبیاء کے نور کے مانند ہوگا، اے داؤد! میں نے محمد اور ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے، میں نے ان کو چھ چیزیں خصوصی طور پر عطا کی ہیں جو دوسری امتوں کو نہیں دی گئیں:

اول: خطا ونسیان پر ان کو عذاب نہ ہوگا، جو گناہ بغیر قصد کے صادر ہوجائیں گے اگر وہ اس کی مغفرت مجھ سے طلب کریں تو میں معاف کردوں گا اور جو مال وہ اللہ کی راہ میں بطیب خاطر خرچ کریں گے تو میں دنیا میں ان کو اس سے زیادہ دوں گا اور جب ان پر کوئی مصیبت آپڑے وہ "انا للہ وانا الیہ راجعون" کہیں تو میں ان پر اس مصیبت کو صلوۃ ورحمت اور جنت کی طرف ہدایت بنادوں گا، وہ جو دعا کریں گے میں قبول کروں گا، کبھی اس طرح کہ جو مانگا ہے وہی دے دوں گا اور کبھی اس طرح کہ اس دعا کو ان کی آخرت کا سامان بنادوں گا۔"

موجودہ بائبل کے تورات والے حصہ میں کتاب استثناء کے باب ۱۸ تا ۲۲ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ کا مجھے ارشاد ہوا کہ جو ان لوگوں نے کہا وہ صحیح ہے، میں تمہارے بھائیوں میں سے تم جیسا ایک نبی مبعوث کروں گا اور میں اپنے الفاظ اس کے منہ میں رکھوں گا، یعنی وہ میرے الفاظ کو ہی اپنی زبان سے ادا کرے گا، وہ میرے تمام تر احکامات ان کو بتلائے گا اور جو کوئی اس کی بات کو نہیں سنے گا جو میری طرف کہے گا تو اس کی جڑ کاٹ دی جائے گی، یہی نہیں بلکہ جو کوئی میری طرف سے یعنی میری طرف منسوب کرکے جھوٹی بات کہے گا یا دوسرے دیوی دیوتاؤں کی ترجمانی کرے گا وہ موت کے انجام کو پہنچے گا، وہ نبی حقیقی ہے یا نہیں؟ اس کا ثبوت یہ ہوگا کہ جو بات وہ میری طرف منسوب کرکے کہے گا، اگر وہ صحیح نکلی تو وہ سچا نبی مانا جائے گا، میری طرف سے مبعوث ہوگا اور اگر میری طرف منسوب باتیں سچی نہ نکلی تو وہ جھوٹا نبی ہوگا، اس کی عزت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ مرعوب ہونے کی ضرورت ہے۔"

اسی طرح انجیل یوحنا باب: ۱۴، ۱۵ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بعد آنے والے نبی کا ذکر فرماتے ہیں کہ:

"اگر تم مجھے محبوب رکھتے ہو تو میرے احکام کی اتباع کرو اور میں ابا سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا نجات دہندہ عطا فرمائے گا، جو تمہارے ساتھ ہمیشہ رہے گا، وہ سراپا صدق وحق کی روح ہوگا، دنیا اسے اس وقت خوش آمدید نہیں کہہ سکتی، کیونکہ دنیا تو دیکھ ہی رہی ہے اور نہ ہی اس کو جان رہی ہے، لیکن تم اس کو جانتے ہو اور وہ تمہارے ساتھ رہے گا۔

میں تم سے زیادہ باتیں نہیں کروں گا، کیونکہ دنیا کے شہزادے کا وقت بہت قریب آگیا ہے، وہ مجھ پر کوئی حق نہیں رکھتا لیکن دنیا کو یہ دکھایا جانا ضروری ہے کہ میں ابا کو پیار کرتا ہوں اور کلیتاً وہی کرتا ہوں جس کا وہ مجھے حکم دیتا ہے، اس لئے ہم کو آگے بڑھانا چاہئے۔

لیکن جب تمہارا نجات دہندہ یا وکیل آپ کا ہوتا، جس کو میں ابا کی طرف سے بھیجوں گا جو حق وصداقت کی روح ہوگی اور اللہ تعالیٰ سے اس کا براہ راست رشتہ ہوگا، وہ میری گواہی دے گا (حالانکہ لوگ مجھے اس وقت جھٹلا رہے ہیں) اور تم بھی میرے گواہ ہو، کیونکہ تم ابتدا سے میرے ساتھ ہو...

اور اگر میں نہیں جاؤں گا تمہارا وکیل نہیں آئے گا اور جیسا ہی میں جاؤں گا میں اس کو بھیج دوں گا، جب وہ آئے گا تو دنیا سے مقابلہ کرے گا اور دنیا کو دکھلادے گا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ اور انصاف کس چیز کا نام ہے؟ وہ میری صداقت کی گواہی دے گا، اہل دنیا کو میرا حق ہونے کے لئے جتلائے گا (یعنی دنیا کو میرا حق ہونا تسلیم کرنا پڑے گا)۔"

مندرجہ بالا قرآنی، توراتی اور انجیلی اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ذریعہ لائے گئے دین کا تذکرہ ان تمام

کتب میں موجود ہے اور میثاق انبیاء اور احادیث نبوی سے یہ بھی ظاہر ہے کہ انبیاء اہل کتاب نے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کرتے ہوئے اپنی اپنی امتوں کو آپ پر ایمان لانا اور آپ کی اتباع کرنے کی ہدایت بھی کی تھی۔ پس امن عالم اس امر پر منحصر ہے کہ امم سابقہ بطور خاص یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کی نصیحتوں کو حق سمجھ کر نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں۔ اگر واقعی وہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان لانے والے ہیں اور ان کو حق سمجھتے ہیں، تو ان کی نصائح کو حق سمجھ کر اس پر عمل پیرا بھی ہوں یا کم از کم ’’لکم دینکم ولی دین‘‘ کے اصول کے تحت اپنے اپنے دائرہ میں اپنے اپنے انبیاء کے نصائح کے موافق کام کریں اور نتیجے کو خدا کے ہاتھ میں چھوڑ دیں، وہ سب کچھ حق و باطل کو جانتا ہے، جس شخص نے حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام کی نصیحتوں پر عمل کیا اس کے ذریعہ سے امن قائم ہوا اور جس نے حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام کی بات کو تسلیم نہیں کیا، اس کی وجہ سے فتنہ و فساد اور بدامنی پیدا ہوئی، جیسا کہ تاریخ کے سینکڑوں واقعات سے ظاہر ہے۔ ذیل میں، مذکورہ بالا نصائح پر عمل کرنے اور عمل نہ کرنے کی صورت میں رونما ہونے والے نتائج کی تاریخ مختصراً تحریر کی جارہی ہے:

۱:... جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا سے سورۂ اقرأ کی ابتدائی آیات سے سرفراز ہوکر حضرت خدیجہ الکبریٰ کے ساتھ مکہ معظمہ کے مشہور نصرانی عالم ماہر انجیل ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لے گئے تو انجیل کی روشنی میں ورقہ نے دعویٰ کیا کہ اگر غار حرا کا واقعہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ: ’’اے میرے بھتیجے تو نے بیان کیا ہے تو تو واقعی اللہ کا رسول منتخب ہوگیا ہے اور غار میں آنے والا خدا کا فرشتہ یعنی جبرئیل تھا اور وہ وقت قریب ہے، جب تجھے تیری قوم مکہ سے نکال دے گی۔ آپ نے تعجب سے سوال کیا کہ کیا واقعی میں میری قوم مجھے نکال دے گی؟ حالانکہ وہ مجھے صادق و امین کہتے ہیں؟ ورقہ بن نوفل نے کہا کہ ہاں! واقعی ہر وہ شخص جو اس چیز کو لے کر اپنی قوم کے پاس آیا، اس کے ساتھ اس کی قوم نے یہی معاملہ کیا اور اگر میں اس وقت زندہ رہوں تو میں تمہاری ضرور مدد کروں گا، ہائے افسوس! تھوڑے عرصہ کے بعد ورقہ کا انتقال ہوگیا اور مکہ سے مدینہ ہجرت کے وقت ورقہ آپ کی مدد نہ کرسکے۔‘‘

۲:... جب اہل اسلام دور نبوی کے آغاز میں قریش کے ہاتھوں ہر قسم کی پریشانی برداشت کررہے تھے، زندگی دوبھر ہوگئی تھی تو اس وقت حبشہ کے ذی رحم (رحم دل) بادشاہ حق و انصاف کے علمبردار نجاشی (اصحمہ) کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پہنچے، حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی تقریر سے مطمئن ہوکر اسلام کی حقانیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی یکسانیت کو تسلیم کرتے ہوئے مسلمانوں کو امن عطا کیا اور ہر قسم کی اس فتنہ و فساد کو رفع کردیا، جو بصورت دیگر حق نہ ماننے کی صورت میں رونما ہوتا، جیسا کہ بعض دوسرے علماء اہل کتاب یا شاہان عالم نے اپنی باطل پرستی کے سبب کیا، جس سے فتنہ و فساد برپا ہوا، جس کی تفصیل کتب تواریخ میں بھری پڑی ہیں اور اس مضمون میں مناسب مقام پر ان کی طرف مختصراً اشارہ کردیا جائے گا۔

حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی تقریر کا بادشاہ حبشہ پر اثر:

حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے نجاشی کے دربار میں اسلام اور اس کی تعلیمات کا ایک مختصر جائزہ جامعیت کے ساتھ بیان کیا، جس کی وجہ سے قریش کے وفد کو بڑی ناکامی ہوئی اور بادشاہ حبشہ، وہاں کے حکام اور عوام کے دل میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی عظمت، صداقت اور محبت پیدا کردی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور وہاں آپ کا اور صحابہ کرام کا مطمئن ہوجانا معلوم ہوا اور مہاجرین حبشہ نے مدینہ طیبہ جانے کا عزم کیا تو نجاشی نے ان کے ساتھ اپنے ہم مذہب نصاریٰ کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، جس میں ستر آدمی شامل تھے، جن میں ۶۲ حضرات حبشہ کے اور ۸ ملک شام کے رہنے والے تھے۔

شاہ حبشہ کی حق پرستی اور قبول حق کی وجہ سے

امن و امان قائم ہوا، مسلمانوں اور حبشہ کے نصاریٰ میں کبھی کوئی جنگ و جدل نہیں ہوا، اس کے برخلاف قیصر روم کے اسلام اور پیغمبر اسلام اور اس کی حکومت کے ایک بڑی پادری کے اسلام اور پیغمبر اسلام کی حقانیت تسلیم کرنے کے باوجود، عوام و حکام کی بڑی تعداد کے حق تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے حق و باطل میں تنازعہ پیدا ہوا، جس کے سبب ہزاروں انسانوں کی جانیں گئیں، قیصر روم کی طرف سے ۹ ہجری کے وفدان مدینہ پر رومی حملے کی خبریں اتنا زور پکڑیں کہ پیغمبر اسلام کو دفاع میں قدم اٹھانا پڑا، جیسا کہ غزوۂ تبوک کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے۔ رومی عیسائیوں کے ساتھ مسلمانوں کے تنازعہ کی مختصر روداد یہ ہے کہ:

’’حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے پوری دنیا کے لئے نبی بنا کر بھیجا، آپ نے اپنے فرض منصبی کو پورا کرنے کے لئے حکام ممالک کو خط لکھے، جن میں سے ایک خط قیصر کے پاس بھی بھیجا گیا، قیصر کے پاس آپ کا خط حضرت دحیہ کلبیؓ لے کر پہنچے، حضرت دحیہ کلبیؓ کے خط کی وجہ سے ابوسفیان سے جو اس وقت ملک شام میں تھا، قیصر نے چند سوالات کئے جن

کے جوابات سن کر قیصر نے یہ ردعمل کیا کہ اس نے اپنے تمام سرداروں کو اسلام لانے کی ترغیب دی، شاہ روم (ہرقل) نے ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں سے آپؐ کے بارے میں بذریعہ ترجمان سوالات پوچھے کہ جو مکہ میں نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے ان کا نسب کیا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ ان کا خاندان تو ہم سے بڑا ہے، نبوت کا دعویٰ اس سے پہلے تم میں سے کسی نے کیا تھا؟ ابوسفیان نے جواب دیا نہیں، نہیں! کیا ان کی دعوت امیر لوگ قبول کر رہے ہیں یا غریب لوگ؟ جواب دیا کہ غریب لوگ! ان کے تابعدار روز بروز بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟ جواب دیا کہ بڑھ رہے ہیں۔ کیا ان کو کبھی بھی جھوٹ بولتے دیکھا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا: کبھی انہوں نے جھوٹ نہیں بولا، وہ تمہیں کس چیز کا حکم کرتا ہے؟ وہ حکم دیتا ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور باپ دادا کی (شرک) کی باتیں چھوڑ دو۔

بعد میں مترجم کے ذریعہ ابوسفیان کو کہلوایا کہ میں نے تجھ سے پوچھا تھا کیا ان کو جھوٹ بولتے دیکھا ہے؟ تو نے کہا: نہیں، تو میں نے سمجھ لیا کہ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا وہ لوگوں پر جھوٹ باندھنے سے پرہیز کرے اور اللہ پر جھوٹ باندھے۔ میں نے پوچھا کہ وہ تمہیں کیا حکم کرتا ہے تو تو نے کہا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور بت پرستی سے تم کو منع کرتے ہیں اور نماز اور سچائی اختیار کرنے (حرام کاری سے) بچنے کا حکم دیتا ہے، پھر جو تو کہتا ہے، اگر سچ ہے تو عنقریب اس جگہ کا مالک ہوجائے گا، جہاں میرے یہ دونوں پاؤں ہیں (یعنی ملک شام کا) اور میں جانتا تھا کہ پیغمبر آنے والا ہے، لیکن میں نہیں سمجھتا تھا کہ وہ تم میں سے ہوگا، پھر اگر میں جانوں کہ میں اس تک پہنچ جاؤں گا تو اس سے ضرور ملنے کی کوشش کروں گا اور اگر میں اس کے پاس (مدینہ میں) ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا (خدمت کرتا)۔"

قیام امن کا انحصار بہت حد تک مسلم عیسائی تعلقات پر منحصر ہے۔ اگر نصاریٰ اپنے نبی اور ان کے مطابق نعوذ باللہ خدا کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمودات اور دیگر مسیحی بزرگوں کی مصدق مبشر پیشینگوئیوں پر عمل کریں تو امن عالم بڑی آسانی سے قائم ودائم ہوسکتا ہے، کیونکہ تاریخ میں شاید ہی کوئی ایسا واقعہ ہو جہاں پر مسلمانوں نے ایسا کام کیا ہو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا عیسائی مملکت کے خلاف رونما ہوا ہو، جب جب بھی نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں پیشگوئیوں پر عمل کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ویسے ہی عزت دی، جیسے وہ عزت حضرت عیسیٰ یا موسیٰ علیہما السلام اور دیگر انبیاء کو دیتے ہیں یا کم از کم اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت بھی نہیں کی بلکہ آپؐ کے سلسلے میں کوئی برا لفظ نہیں کہا یا قرآن کریم کی بے حرمتی نہیں کی یا اسلامی ممالک پر بلاوجہ حملہ نہیں کیا یا مسلمانوں کو بلاوجہ پریشان نہیں کیا تو دونوں قوموں میں تعلقات صحیح رہے اور دونوں قوموں کے عالمگیر حیثیت کی مالک ہونے کی وجہ امن عالم کو نقصان نہیں پہنچا اور جب جب مذکورہ بالا تعلقات خراب ہوئے اور امن عالم خطرہ میں پڑ گیا، مثلاً ورقہ بن نوفل نے شاہ حبشہ نجاشی (اصحمہ) نے قرآن کریم اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر عمل کیا تو مسلم اور مسیحی تعلقات برقرار رہے اور امن عالم خطرہ میں نہیں پڑا، بلکہ امن قائم ہوگیا اور جب نجاشی کے بھیجے ہوئے ستر نصاریٰ نے مدینہ پاک میں قرآن شریف سن کر حق کو پہچان کر قدم اٹھایا تو دونوں قوموں میں مودت وشفقت میں اضافہ ہوا، نصاریٰ کے اس کے برعکس عمل سے دونوں قوموں کے آپسی تعلقات خراب ہوئے، آپس میں امن وامان کے بجائے جنگ وجدال برپا ہوگیا اور امن عالم برباد ہوگیا۔ مثلاً قیصر روم (ہرقل) نے ابو سفیان قریشی سے بہت سے سوالات کے جوابات سن کر یہ دعویٰ کیا تھا کہ اے ابوسفیان (پھر جو تو کہتا ہے) وہ عنقریب اس جگہ کا مالک ہوجائے گا، جہاں میرے دونوں پاؤں ہیں اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں جانوں کہ اس کے پاس پہنچ جاؤں گا تو ان سے ضرور ملنے کی کوشش کروں گا اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا اور جب ہرقل نے اس کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط بذریعہ دحیہ کلبیؓ ۶ ہجری میں بھیجے تو خط کو پڑھا اور اس خط کے مضمون کے سلسلے میں اپنے ایک دوست سے رائے طلب کی اور اس نے جو رائے دی وہ بھی ہرقل کے موافق تھی، تو ہرقل نے روم کے سرداروں کو اسلام میں داخل ہونے کو فرمایا: حق کو پہچاننے کے باوجود حق کا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے ہی حق نے اہل روم کا ساتھ چھوڑ دیا، نتیجتاً ذلت مقدر بن گئی۔

الغرض نصاریٰ نے جب جب دین اسلام کو حق مان کر حق کا ساتھ دیا دونوں اقوام کے تعلقات صحیح خطوط پر قائم رہے، دونوں قومیں بھی امن سے رہیں اور باقی دنیا بھی چین وسکون سے رہی، آج بھی اگر اہل کلیسا، ارباب حل وعقد نصاریٰ، حق کو پہچان کر قدم اٹھائیں تو امن عالم برقرار رہ سکتا ہے، نہ عراق برباد ہوتا اور نہ افغانستان اور نہ ہی اسرائیل، ورنہ خلفشار دنیا، دنیا کی تقدیریں بنتی جارہی ہیں۔

(بشکریہ ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند)

سماجی رابطے کی معروف ویب سائٹ "فیس بک"

فوائد و نقصانات اور احتیاطی تدابیر

حماد الرحمن، کراچی

"فیس بک" باہمی رابطہ کے حوالے سے جدید اور سہل ترین ویب سائٹ ہے۔ یہ ایک ایسی سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹ ہے، جو ملکی بین الاقوامی سطح پر ایک انسان کو اپنے اعزہ واقارب سے گفت وشنید اور ملاقات کرنے کا آسان ترین اور سستا ذریعہ فراہم کرتی ہے۔

فوائد:

"فیس بک" کے بہت سے فوائد ہیں:

☆... تمام اعزہ و اقارب جو "فیس بک" استعمال کرتے ہیں، ان سے ملاقات ہوجاتی ہے۔

☆... اس کے ذریعے دنیا کے کسی بھی موضوع پر معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں، تمام موضوعات پر تفصیلی مضامین، رسائل اور ویڈیوز موجود ہیں اور کسی بھی موضوع پر مختلف تصورات رکھنے والے افراد کی تحاریر وتقاریر بھی یہاں موجود ہیں۔

☆... یہ حالات حاضرہ سے باخبر رہنے کا ذریعہ ہے، آپ کسی بھی ملک کے ٹی وی چینل یا اخبار کے پیج کو لائک کرکے اس ملک کے حالات معلوم کرسکتے ہیں۔

☆... بعض اوقات میڈیا جان بوجھ کر اصل حقائق کو چھپاتا ہے، لیکن عوام اس ویب سائٹ کے ذریعے اصل حقائق کو لوگوں تک پہنچادیتے ہیں، جس کی حالیہ مثال مصر اور الاخوان المسلمون کے حالات ہیں۔

☆... "فیس بک" اپنے نظریات کو فروغ دینے کا موثر ترین ذریعہ ہے۔ مثلاً کوئی یہ نظریہ رکھتا ہے کہ خدمت خلق کا کام ہونا چاہئے تو وہ اس کے ذریعے اپنے نظریات کا پرچار کرسکتا ہے، اسی طرح آپ اپنی تحریریں فیس بک کے ذریعے دنیا کے کونے کونے تک پہنچاسکتے ہیں۔

☆... کسی موضوع پر کوئی تصویر، خبر یا ویڈیو پسند ہو تو اسے لاتعداد افراد کے ساتھ شیئر کیا جاسکتا ہے، کیونکہ فیس بک میں آزادیٔ اظہار رائے ہے اور پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا کی طرح سنسر شپ نہیں ہے۔

☆... ہم خیال اور ہم نظریہ لوگ مختلف گروپس اور پیجز بناکر ایک دوسرے کے تجربات سے بھرپور استفادہ کرسکتے ہیں۔

☆... حالیہ برسوں میں دنیا بھر میں جتنی بڑی بڑی تبدیلیاں آئیں جیسے امریکا اور یورپ میں "وال اسٹریٹ پر قبضہ کرو تحریک" عرب دنیا میں "عرب بہار" یا "وکی لیکس" کے سنسنی خیز انکشافات وغیرہ ان میں ٹویٹر اور فیس بک کا بھرپور کردار رہا ہے اور اس وجہ سے ان کو سوشل میڈیا یا انقلاب بھی کہتے ہیں۔

نقصانات:

فیس بک کے بہت سے نقصانات ہیں، جن سے عموماً لوگ غافل رہتے ہیں:

☆... فیس بک کا سب سے بڑا نقصان وقت کا ضیاع ہے، لوگ خصوصاً نوجوان کئی کئی گھنٹے اس کے استعمال میں گزار دیتے ہیں، فیس بک پر چیٹنگ کرنا، گیم کھیلنا، فضول اور لغو ویڈیوز دیکھنا اور انہیں شیئر کرنا نوجوانوں کا محبوب ترین مشغلہ ہے اور انتہا تو یہ ہے کہ لوگ محض نیوز فیڈ دیکھنے میں کئی گھنٹے صرف کردیتے ہیں۔

☆... غیر مستند، بے بنیاد اور جھوٹا مواد اس ویب سائٹ پر عام ہے اور ہر طبقے، نظریئے اور ہر طرح کے کردار والے افراد جھوٹے اور غیر مستند مواد سے لوگوں کی برین واشنگ کررہے ہیں۔

☆... فیس بک کی وجہ سے لوگ قلم اور کتاب سے بتدریج دور ہورہے ہیں، مطالعہ کتب لوگوں کے معمولات سے خارج ہوگیا ہے، نتیجتاً یہ ہوا کہ اصلاح بذریعہ کتب کا سلسلہ مفقود ہوگیا ہے۔

☆... فیس بک بلامبالغہ آج کی فحش ترین ویب سائٹس میں سے ایک ہے، فحاشی اور بے حیائی کو فروغ دینے میں فیس بک کا نمایاں کردار ہے۔ ہر طرح کی عریاں وفحش تصاویر اور ویڈیوز نیز گیمز بھی اس سائٹ پر آسانی دستیاب ہیں، فیس بک نوجوان مرد اور خواتین کو آپس میں گفت وشنید کے مواقع فراہم کرنے میں فراخ دل نظر آتی ہے، حتی کہ ویڈیو کال کرکے بھی باہمی روابط کو مضبوط کیا جاسکتا ہے۔

اس ویب سائٹ کے ذریعے جنسی بے راہ روی کو پھیلایا جارہا ہے اور نوجوان اس پرکشش جال میں پھنسے چلے آرہے ہیں۔

☆... فیس بک کے ذریعے سے لوگ بتدریج بے عملی کی طرف بڑھ رہے ہیں، لوگوں کا کام

اچھی باتوں کو ''لائک'' کرنے اور ''شیئر'' کرنے کی حد تک محدود رہ گیا ہے۔ بیہودہ مواد پر مذمت اور نیک مواد کی تعریف میں کومنٹس لکھنا عوام کا ''دین'' رہ گیا ہے (الا ماشاء اللہ) اور لوگ محض اسی عمل پر مطمئن نظر آتے ہیں۔

☆... ایک رسم جو فیس بک کے سبب چل نکلی ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں نے دوہری جنس اپنالی ہے۔ لڑکے اپنے آپ کو لڑکی اور لڑکیاں خود کو لڑکا ظاہر کرکے جنس مخالف کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اس پر فخر کیا جاتا ہے کہ ہم کس طرح فلاں کو بے وقوف بنا رہے ہیں، حالانکہ ان سے بڑا احمق کوئی نہیں۔ فرمان نبوی کے مطابق یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

☆... فیس بک پر بیہودہ اور لغو اشتہارات کے ذریعے سے عوام کو بُرائی کی جانب مائل کیا جارہا ہے۔ اس فحش ویب سائٹ پر ہر طرح کے بیہودہ اشتہارات لگانے کی مکمل آزادی ہے اور اس آزادی کا استعمال کرکے خصوصاً نوجوانوں کو بُرائی اور بے حیائی کی جانب گامزن کیا جارہا ہے۔

☆... فیس بک انتظامیہ خصوصی طور پر فحاشی و عریانی کو فروغ دینے میں پیش پیش ہے۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ انتظامیہ نے بعض کار آمد پیجز کے ساتھ فحش پیجز کو منسلک کیا ہوا ہے، اب جو شخص بھی ان کار آمد پیجز کو لائک کرتا ہے تو فحش مواد بھی اس کے ساتھ آجاتا ہے۔ انتظامیہ کی طرف سے ایسا کرنا یقیناً افسوسناک عمل ہے۔

احتیاطی تدابیر:

☆... جب بھی Log in ہوا جائے تو باوضو ہوکر ہوا جائے اور تعوذ وتسمیہ پڑھ لیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت شامل ہو اور شیطان سے بچا جاسکے۔

☆... جب بھی Log in ہوا جائے تو با مقصد ہوا جائے اور مقصد پایہ تکمیل تک پہنچتے ہی Log out کردیا جائے۔

☆... گناہ کا خیال اور وسوسے آتے ہی Log out کردیا جائے اور استغفار کیا جائے۔

☆... ذاتی یا گھر کی تصاویر اپ لوڈ کرنے سے پرہیز کیا جائے، کیونکہ ان کا غلط استعمال کیا جاسکتا ہے۔

☆... بعض لوگ مختلف لوگوں کی طرف سے اپ لوڈ کی گئی احادیث اور اقوال صحابہ کو بغیر تحقیق کے آگے شیئر کرتے رہتے ہیں جو سخت گناہ کی بات ہے اور جہنم میں داخلے کا باعث ہے۔ لہٰذا یہ نہایت قابل مذمت فعل ہے، اس سے سختی سے اجتناب کیا جائے۔

☆☆..............☆☆

ڈاکٹر سیّد محمد طاہر عثمان کی شہادت

کراچی (مولانا محمد قاسم)... ۲۸؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ بمطابق ۲؍دسمبر ۲۰۱۳ء بروز پیر بعد نماز عشاء فیڈرل بی ایریا، بلاک ۱۴ (نزد واٹر پمپ چورنگی) میں واقع ''شاہ ہومیو پیتھک'' پر دہشت گردوں کی فائرنگ سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بہت پُرانے مخلص ساتھی ڈاکٹر سیّد محمد طاہر عثمان شہید ہوگئے۔ جبکہ اس وقت کلینک پر موجود ان کے مریض مفتی محمد احمد ولد مولانا شاہ زمان (امام وخطیب جامع مسجد قبا بند ھانی کالونی، غریب آباد) بھی موقع پر ہی شہید ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹر شاہ صاحب شہیدؒ بہت نیک صوم وصلوٰۃ کے پابند، شریف النفس اور باشرع انسان تھے، ساری زندگی خدمتِ خلق میں صرف کردی۔ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے بہت پرانے مریدین میں سے تھے۔ حضرتؒ کی شہادت کے بعد ان کے جانشین حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ سے اصلاحی تعلق قائم کرلیا۔ ان کے شہید ہوجانے کے بعد مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی مدظلہ (فرزند نسبتی حضرت لدھیانوی شہیدؒ وخلیفہ مجاز حضرت مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ) سے وابستہ ہوگئے تھے۔ ساری زندگی انہی اکابر کی صحبتوں میں اور ان کی نسبت سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے محبت میں گزاردی اور پھر انہی کی نسبت سے پیرانہ سالی میں مقامِ شہادت پر فائز ہوئے۔

مجلس کے ساتھ محبت کا یہ عالم تھا کہ ختم نبوت کا کوئی بھی پروگرام ہو، کہیں بھی بیان ہو، ختم نبوت سیمینار ہو یا ختم نبوت کورس، آپ ہمیشہ صفِ اول میں نظر آتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حلقہ فیڈرل بی ایریا کے ساتھیوں سے بہت محبت فرماتے، مشاورت میں بھی شرکت فرماتے اور ہم نوجوانوں کی راہنمائی کرتے۔ ختم نبوت کے حوالے سے کسی بھی پروگرام میں ان کو دعوت دینے کی نوبت بہت ہی کم آتی، آپ از خود وہاں پہلے سے موجود ہوتے تھے۔

آپ کی نماز جنازہ اگلے دن ۲۹؍محرم الحرام بمطابق ۳؍دسمبر بروز منگل بعد نماز ظہر حضرت لدھیانوی شہیدؒ کی نسبت سے معروف جامع مسجد فلاح نصیر آباد بلاک ۱۴ سے متصل عیدگاہ میدان میں ادا کی گئی۔ امامت کے فرائض آپ کے شیخ مفتی حبیب الرحمٰن لدھیانوی مدظلہ نے ادا کئے۔ آپ کے جنازہ میں اہل محلہ کے علاوہ کثیر تعداد میں لوگ علماء وطلباء شریک ہوئے، جن میں حافظ محمد سعید لدھیانوی، مولانا محمد طیب لدھیانوی، حافظ عتیق الرحمٰن لدھیانوی (فرزندانِ حضرت لدھیانوی شہیدؒ)، مفتی محمد خرم عباسی، مفتی شاہ الرحمٰن، مولانا فواد، مولانا ڈاکٹر وسیم عباسی (خلیفہ مجاز حضرت لدھیانوی شہیدؒ) اور دیگر بھی شامل تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کی جانب سے مولانا قاضی احسان احمد، سید انوار الحسن، مولانا محمد رضوان بھی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ حلقہ فیڈرل بی ایریا کے تمام ساتھی صوفی محمد اجمل لیاقت، محمد شیراز عثمانی، حافظ محمد یحییٰ، حافظ سہل سہیل، محمد اویس زمان، فہیم محمد عمر، سید محمد حسن، دانیال خان، محمد بن محمود باوانی، عبداللہ ملک، عمران احسان اور حضرت لدھیانوی شہیدؒ کے مریدین ومعتقدین بھی جنازے اور تدفین میں شریک ہوئے۔ بعدازاں ڈاکٹر شہید کو نارتھ کراچی میں واقع محمد شاہ قبرستان میں سپرد خاک کردیا گیا۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

برداشت، امن اور رواداری کے علمبردار!

عبداللطیف خضداری

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اس رب کو برداشت نہیں جو رحمٰن، رحیم کریم ہے، جو اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے اور جس کا بنیادی وصف ان بندوں کے گناہ لغزشیں اور خطائیں معاف کرنا ہے، تاریخ کائنات میں نبی کی شان میں گستاخی کا پہلا مجرم ابلیس تھا، جس نے رب کی حکم عدولی کرتے ہوئے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کردیا اور ”کان من الکافرین“ کی لعنت کا شکار ہو کر ہمیشہ کے لئے ذلت اور پستی کی گھائی میں اتر گیا، اس گستاخی پر دی جانے والی یہ پہلی سزا ہے جس کا اعادہ کئی بار کیا گیا اور پیغمبروں کو جھٹلانے اور ستانے والوں کو دردناک انجام سے دوچار کیا جاتا رہا، یہ امر قابل ذکر ہے کہ خالق کائنات نے اپنی نافرمانی اور حکم عدولی پر کسی قوم اور کسی امت کو فوری سزا کا مستحق قرار نہیں دیا بلکہ انہیں ڈھیل دی سدھرنے کا وقت دیا، بار بار دعوت فکر دی اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان کیں اور عذاب سے خبردار کیا یہاں تک شرک جیسے گناہ کبیرہ پر بھی ان کی فوری پکڑ نہیں کی، مگر اپنے نبی کی شان میں گستاخی اور اپنے نبی کی توہین پر اس رحمٰن اور رحیم کے غضب نے ہمیشہ جوش مارا ہے اور وہ قہار بن گیا، قوم نوح اور لوط اور بنی اسرائیل سمیت کئی ایسی امتیں ہیں جو انبیاء کی توہین کی مرتکب ہوئیں اور انہیں خوفناک اور دردناک انجام سے دوچار ہونا پڑا، خاندان قریش کا ایک کافر سردار قبرستان سے ہڈیاں چن کر لایا کرتا اور نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہتا: تمہارا رب! بھلا ان ہڈیوں کو کیسے زندہ کرسکتا ہے، وہ ان میں کس طرح جان ڈالے گا، مگر رب کے وجود سے صریح انکار کے باوجود اس پر عذاب نازل نہ ہوا بلکہ ان جیسوں کو سمجھانے اور راہ ہدایت دکھانے کے لئے آیت نازل ہوئی کہ جو اللہ تعالیٰ تمہیں عدم سے وجود میں لاسکتا ہے، وہ تمہاری باقی امت کو فنا سے بقا بھی عطا کرسکتا ہے،

جب اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قریش کو صفا کی پہاڑی پر جمع کرکے دعوت حق دی تو ان کی صداقت اور امانت کی قسم کھانے والے فوری ایمان نہیں لائے تھے، اس پر رب نے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا مگر بدبخت ابولہب کی گستاخی اسے قبول نہ تھی، چنانچہ ”تبت یدا ابی لھب وتب“ کی آیت نازل ہوئی، جس کا ترجمہ ہے کہ ”ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ گئے اور نامراد ہوا“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ منافقون کے ذریعے دشنام طرازی کرنے والوں کی خودخبر لی، جس نے نبی کا ایک عیب نکالنے کی مذموم کوشش کی، اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے اس کے دس عیب گنوادیے، طائف میں داران تبلیغ آپ پر پتھر برسائے گئے تو رب نے پیغام بھیجا کہ: ”کہو تو ان بدبختوں کو طائف کے پہاڑوں کے درمیان کچل کر رکھ دوں“ مگر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پیشکش پر مسکرادیے اور گمراہوں کے حق میں ہدایت کی دعا فرمائی، قرآن کریم میں نبی کی حرمت اور تکریم کا ضابطہ مقرر کردیا گیا، فرمایا: ”اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز میں بات کرو، جیسے آپس میں کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال غارت ہوجائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔“ ”اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول“ کے فارمولے کے ذریعے واضح کردیا، جسے رب کو راضی کرنا ہے، اسے رسول کی رضا مقدم رکھنا ہوگا اور پھر کتاب ہدایت میں رب کائنات نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ میں یقین دہانی کرائی:

”انا کفینک المستھزئین“ (الحجر:۹۵)

ترجمہ: ”اے نبی! تمہاری طرف سے ہم ان مذاق اڑانے والوں کی خبر لینے کے لئے کافی ہیں۔“

سوال یہ ہے کہ جس نبی کی حرمت کی اس قدر فکر خود رب کائنات کو ہے، اس پر کوئی مسلمان کیسے سمجھوتہ کرسکتا ہے، ایک ادنیٰ حقیر اور خطاکار مسلمان بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو اپنی بخشش کا آخری سہارا سمجھتا ہے اور حرمت رسول پر جان قربان کرنے سے زیادہ بڑا اعزاز اس کے لئے کوئی اور نہیں ہوسکتا، کاش! ہمارے حکمران طبقہ اور زعماء اس معاملے کی نزاکت کا موازنہ عام قانون کے ضابطوں اور فوجداری قوتوں سے نہ کریں۔ قانون کے غلط استعمال کی حمایت کوئی بھی ذی عقل نہیں کرسکتا اور اس کی روک تھام کے لئے قانون سازی سمیت وہ تمام اقدامات بروئے کار لائے جانے چاہئیں جو کسی بے گناہ کو سزا سے بچانے میں مددگار ثابت ہوسکیں اور جھوٹا الزام لگانے والے کو کڑی سزا دی جاسکے، جہاں تک اقلیتوں کے تحفظات کا تعلق ہے تو ان کی حفاظت کا درس سب سے زیادہ خود دین اسلام نے دیا ہے، شان رسالت میں گستاخی کے واقعات اہل مغرب کے لئے معمول بن گئے ہیں، مگر اس کے ردعمل میں کبھی کسی غیر مسلم اقلیت کو نشانہ نہیں بنایا گیا نہ جواباً کسی مذہب کے پیروکاروں کی دل آزاری کی جاتی ہے، کیونکہ مسلمان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا

جب تک وہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان نہ لے آئے۔

چند برس قبل جب مغرب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق فلم بنائی تو اس توہین آمیز فعل کے خلاف سب سے پہلے برطانیہ کے مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے اور پاکستانی مسلمان اس پر سراپا احتجاج بن گئے، یہ احتجاج مسیحی برادری پر کوئی احسان نہیں تھا بلکہ مسلمانوں نے اپنے ایمان کی آواز پر لبیک کہا۔

اسلامی فتوحات کے دوران ایک صحابیؓ جو بعد میں والیٔ مصر بنے، کے زیر قیادت لشکر نے جب مصر کے عیسائی اکثریتی علاقہ کو فتح کیا تو ایک گرجا گھر میں موجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجسمے کی ناک کاٹ دی، عیسائیوں نے اس پر احتجاج کیا، بات سپہ سالار تک پہنچی تو وہ آگ بگولہ ہوگئے اور کہا کہ کوئی مسلمان ایسی حرکت نہیں کرسکتا، عیسائیوں سے ملزم کی نشاندہی کے لئے کہا گیا مگر وہ ایسا نہ کرسکے، اس کے باوجود اطمینان بخش ازالے کی پیشکش کی گئی مگر جواب میں کہا گیا کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا مجسمہ بنا کر اس کے ساتھ بھی قتل کیا جائے نعوذ باللہ، والیٔ مصر غضبناک ہوگئے اور کہا: ”خدا کی قسم اتم مفتوح نہ ہوتے اور یہ واقعہ پیش نہ آیا ہوتا تو میں تم سب کی گردنیں اڑا دیتا۔“ مگر ساتھ ہی ندامت کا احساس بے جان کئے دیتا تھا، بے چینی ناقابل برداشت ہوگئی تو اسلامی لشکر کو میدان میں جمع کیا اور حکم دیا کہ یہ مذموم حرکت کرنے والا شخص سامنے آئے، لشکر میں خاموشی چھائی رہی کچھ توقف کے بعد سپہ سالار نے مفتوحہ قوم کو بطور سربراہ پیشکش کی: ”اس جرم کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں، آپ میری ناک کاٹ دیں۔“ احتجاج کرنے والے حیرت کی تصویر بنے کھڑے تھے، ایک سراپا ندامت شخص مجمع سے باہر آیا اور جرم کا اعتراف کر دیا، مگر یہ منظر دیکھ کر وہاں موجود تمام عیسائی زعما اور ان کے ساتھیوں نے اسلام قبول کرلیا۔

برداشت، امن اور رواداری کے علمبردار دین اسلام کے پیروکاروں سے کسی دوسرے مذہب کے ماننے والوں کو کوئی خطرہ نہیں، مگر اپنے دین کی بنیادی اساس کے تحفظ کا ان کا حق بھی تسلیم کیا جانا ہے اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کا تحفظ تو ان کی اہم ترین میراث ہے، جس سے اغماز برتنا کسی گناہگار مسلمان کے لئے بھی ممکن نہیں۔☆☆

اشعارِ ختم نبوت

انتخاب: مولانا ڈاکٹر محمد الیاس فیصل، مدینہ منورہ

ختم ہوئی ہے جن پہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم
اُن کی ہستی باعث رحمت صلی اللہ علیہ وسلم
لطفِ مجسم پیکرِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم
شافع محشر ہادیٔ امت صلی اللہ علیہ وسلم
(خالد شفیق)

سلام اُن پہ جو مصطفیٰ بن کے آئے
محمد ﷺ حبیب خدا بن کے آئے
بڑا مرتبہ ہے، بڑی شان اُن کی
وہی خاتم انبیاء بن کے آئے
(ڈاکٹر نذیر احمد علوی)

جہاں میں روشنی لے کر محمد مصطفیٰ آئے
وہ ختم الانبیاء، شمس الضحیٰ، بدرالدجیٰ آئے
عجب انداز میں وہ صاحب جود و سخا آئے
وہ بن کر رحمت للعالمین خیرالوریٰ آئے
(ڈاکٹر نذیر احمد علوی)

محسن انس و جاں رحمت جاوداں آپ کی ذاتِ اقدس پہ لاکھوں سلام
سرورِ سروراں فخرِ پیغمبراں آپ کی ذاتِ اقدس پہ لاکھوں سلام
آپؐ سے قبل آئے تھے جتنے نبی آپ نے سارے نبیوں کی تصدیق کی
آپ ختمِ رسل خاتمِ مرسلاں آپ کی ذاتِ اقدس پہ لاکھوں سلام
(سکندر لکھنوی)

حضور ﷺ رہبر دیں مشعلِ ہدایت بھی
حضور ﷺ دل کا سکوں آنکھ کی بصارت بھی
وہ شمع نور ازل خاتم نبوت بھی
وہ فخر نوع بشر بھی شہِ رسالت بھی
(احسان کاکوروی)

برأت حضرت تھانوی علیہ رحمۃ اللہ

قادیانیوں نے حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کی کتاب ”الصالح العقلیہ“ میں بعض عبارات کو سرسری طور پر مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارات سے ملتے جلتے پایا تو انہوں نے دعویٰ کر دیا کہ حضرت تھانوی قدس سرہ نے یہ عبارات مرزا غلام احمد قادیانی کی پانچ کتابوں سے لی ہیں۔ علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب پی ایچ ڈی لندن نے اس مقالہ میں قادیانی مضمون نگاروں کی غلط بیانی اور علمی خیانت کا پردہ چاک کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے ہی دوسرے کی عبارات میں تحریف کر کے انہیں اپنی کتابوں اور رسائل کا حصہ بنایا ہے۔ یہ مقالہ ۱۹۸۳ء میں ماہنامہ ”الرشید“ ساہیوال اور ماہنامہ ”بینات“ کراچی بابت صفر المظفر ۱۴۰۵ھ میں شائع ہو چکا ہے۔ تذکرہ کے طور پر قارئین ہفت روزہ ختم نبوت کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

دوسری قسط

علامہ ڈاکٹر خالد محمود، لندن

حضرت تھانویؒ کے حوالہ میں مصنف کا نام کیوں نہیں؟

حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں یہ حوالہ تو دیا کہ انہوں نے اس کے بعض مضامین ایک کتاب سے نقل کیے ہیں جس میں رطب و یابس ہر طرح کے مضامین تھے جو مضامین ان کے ہاں روبصحت تھے انہوں نے اُن میں سے مضامین لے لئے لیکن یہ سوال باقی رہا کہ اس کتاب کا مصنف کون ہے اور یہ کہ حضرت تھانویؒ نے اس کا نام کیوں نہیں لیا؟

اس کا جواب معلوم کرنے سے پہلے آپ اس مصنف کے بارے میں حضرت تھانویؒ کی رائے معلوم کر لیں اور پھر خود سوچیں کہ آپ کے لئے اس کا نام لینا مناسب تھا یا نہ تھا؟ اور آپ نے اس کا نام نہ لے کر مسلمانوں کے ساتھ اور خود اس مصنف کے ساتھ خیر خواہی کی ہے یا بدخواہی؟

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ حکیم الامت تھے ان کے ہر عمل میں دینی حکمت جھلکتی ہے وہ ایک کم علم اور کمزور فکر آدمی کا تعارف کرا کر اس کے غلط افکار کی اشاعت میں حصہ دار بھی بننا نہیں چاہتے اور جو باتیں اس کے قلم سے صحیح نکلیں انہیں بھی ضائع جانے دینا بھی نہیں چاہتے کہ حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے، جہاں سے بھی ملے وہ اسے لے لے۔ اس نازک مرحلہ پر حضرت حکیم الامت ایک بیچ کی راہ پر چلے، کتاب کا ذکر کر دیا کہ انہوں نے کچھ باتیں ایک کتاب سے لی ہیں، جس کا مصنف علم و عمل کی کمی کے باعث اس کتاب میں رطب و یابس لے آیا ہے اور اس کتاب کا نام نہ لیا کہ لوگ اس کے غلط مندرجات سے گمراہ نہ ہوں اور نہ مصنف کا نام لیا تاکہ اس کی مزید رسوائی نہ ہو، حکیم الامت اس نازک موڑ پر ایک ایسی راہ چلے ہیں جو ان کے پیروؤں کے لئے واقعی ایک نمونہ ہے، کوئی غیر محتاط عالم ہوتا وہ کبھی نہ اس سلامتی سے اس منجدھار سے باہر نکلتا حضرت تھانویؒ نے اس کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں جو رائے تحریر فرمائی ہے، اسے ہم یہاں نقل کر دیتے ہیں اس کی روشنی میں اس کتاب اور اس کے مصنف کا نام ذکر نہ کرنے میں جو دینی حکمت تھی وہ خود آپ کے سامنے آ جائے گی، آپ لکھتے ہیں:

”چنانچہ اس وقت بھی ایک ایسی کتاب ہے جس کو کسی صاحب قلم نے لکھا ہے مگر علم و عمل کی کمی کے سبب تمام تر رطب و یابس و غث و سمین سے پُر ہے ایک دوست کی بھیجی ہوئی میرے پاس دیکھنے کی غرض سے رکھی ہوئی ہے، اس کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسی کتابوں کا دیکھنا تو عامہ کو مضر ہے مگر عام مذاق کے بدل جانے کے سبب بدوں اس کے اس کا دوسرا بدل لوگوں کو بتلایا جائے، اس کے مطالعے سے روکنا بھی خارج من القدرۃ ہے، اس لئے اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسا مستقل ذخیرہ ان مضامین کا ہو جو ان مفاسد سے مبرا ہو، ایسے لوگوں کے لئے مہیا کیا جاوے تاکہ اگر کسی کو ایسا شوق ہو تو وہ اس کو دیکھ لیا کریں کہ اگر مورث منافع نہ ہوگا تو دافع مضار تو ہوگا، البتہ جس طبیعت میں مصالح کے علم سے احکام الٰہیہ کی عظمت و رفعت کم ہو جاوے یا وہ ان کو مدار احکام سمجھنے لگے کہ ان کے انتفاع سے احکام کو منتفی اعتقاد کرے یا ان کو مقصود بالذات سمجھ کر دوسرے طریق سے ان کی تحصیل کو بجائے اقامت احکام کے قرار دے لے جیسا کہ اوپر بھی ان مضار کی طرف اجمالاً اس قول میں اشارہ بھی کیا گیا ہے، چنانچہ بعض اوقات یہ مذاق مضر بھی ہوتا ہے۔“

تو ایسے طبائع والوں کو ہرگز اس کی اجازت نہیں ہے۔ احقر نے غایت بے تعصبی سے اس میں بہت سے مضامین کتاب مذکورہ بالا سے بھی جو کہ موصوف بصحت تھے لے لئے ہیں اور اس میں احکام مشہورہ کی کچھ کچھ مصلحتیں وہی مذکور ہوں گی جو اصول شرعیہ سے بعید نہ ہوں اور افہام عامہ کے قریب ہوں، مگر یہ

مصلحتیں نہ سب منصوص ہیں نہ سب مدار احکام ہیں اور نہ ان میں انحصار ہے۔" (المصالح العقلیہ ص:۱۴،۱۵)

یہ عبارت خود بول رہی ہے کہ حضرت تھانویؒ نے اس کتاب یا اس کے مصنف کا نام کیوں نہیں لیا؟ افسوس کہ قادیانی مضمون نگار اس بات کو پا نہ سکے، انہوں نے مصنف کا نام نہ لکھنے کی یہ وجہ تصنیف کی:

"اگر حضرت تھانویؒ اپنی کتاب میں مرزا صاحب کا نام یا ان کی کسی کتاب کا نام درج کردیتے تو متعصب اور تنگ نظر لوگ ان کی جان کے دشمن ہوجاتے اور اُن کی کتاب کو نذر آتش کردیتے یقین ہے کہ انہیں اپنے وطن (تھانہ بھون) کو بھی خیر باد کہنا پڑتا، اس لئے حضرت تھانویؒ نے فتنہ وفساد سے بچنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ مرزا صاحب کا حوالہ دیئے بغیر ان کے بیان کردہ معارف اپنی کتاب میں درج کردیئے۔" (کمالات اشرفیہ ص:۴۶)

جواباً گزارش ہے کہ مصنف کا نام نہ لکھنے کی اگر یہی وجہ ہوتی اور حقیقت میں فیض حاصل کرنا پیش نظر ہوتا تو حضرت تھانویؒ چلتے چلتے مصنف پر یہ تبصرہ ہرگز نہ کرتے جاتے کہ موصوف علم وعمل کی کمی کے باعث رطب ویابس میں فرق کرنے کے لائق نہیں۔ مولانا کے الفاظ صاف بتارہے ہیں کہ حضرت کے دل میں اس کی کوئی عظمت نہ تھی نہ حضرت تھانویؒ نے اس سے کوئی اکتساب فیض کیا تو انہوں نے اس کا نام محض اس لئے نہ لیا کہ اسے مزید بے آبرو نہ کیا جائے نہ اس کتاب کی غلط اشاعت سے اپنے اُوپر کوئی گناہ کا بار لیا جائے۔

کم علم اور بے عمل آدمی کے کلام میں اسرار حکمت کہاں:

رہا یہ سوال کہ ایک کم علم اور بے عمل آدمی کے کلام میں یہ اسرار حکمت کہاں سے آگئے؟ جواباً گزارش ہے کہ یہاں علم سے مراد علم قرآن وسنت ہے، مصنف مذکور کو کم علم اسی پہلو سے کہا گیا ہے، رہے عقلی مباحث اور خیالی باتیں تو ان میں بعض دفعہ اَن پڑھ لوگ بھی بڑی دور کی بات کہہ جاتے ہیں۔ حضرت تھانویؒ کی اس کتاب کا موضوع کوئی علمی معارف نہ تھے محض عقلی باتیں تھیں جو ضعفاء ایمان کو کسی درجہ میں تسلی دے سکیں۔ ایسی بعض باتیں اگر کسی کم علم اور کم عمل شخص پر بھی کھل جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی کم علم آدمی علماء سلف کی تحریروں میں غور وفکر کرتے کرتے اور ان سے اس قسم کا سرمایہ دانش اکٹھا کرتے کرتے بات سے بات نکالنے میں اس درجہ کامیاب ہوجائے کہ اس کے بعض مضامین جو رو بصحت ہوں اور اصول شریعہ سے نہ ٹکراتے ہوں وہ بعض راسخ فی العلم اہل یقین کو پسند آجائیں اور وہ انہیں اپنے الفاظ میں بدلنے کی محنت کئے بغیر اس کے اپنے لفظوں میں ہی انہیں نقل کردیں اور سرقہ کے الزام سے بچنے کے لئے محض اتنا کہہ دیں کہ انہوں نے بعض مضامین کسی اور کتاب سے لئے ہیں۔

حضرت تھانویؒ نے جس کتاب سے مضامین مذکورہ لئے اس کا مصنف اسی قبیل کا شخص معلوم ہوتا ہے اور یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ حضرت تھانویؒ نے یہ مضامین ہرگز ہرگز مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے نہیں لئے ان کا ماخذ صرف ایک کتاب ہے نہ کہ مرزا صاحب کی پانچ کتابیں: (۱) کشتی نوح، (۲) آریہ دھرم، (۳) اسلامی اصول کی فلاسفی، (۴) نسیم دعوت، (۴) برکات الدعاء۔

عبارات ملنے سے کیا ضروری ہے کہ وہ انہی کتابوں سے لی گئی ہوں؟

حضرت تھانویؒ جیسے جلیل القدر عالم کی کتاب میں مرزا صاحب کی کتابوں کی بعض طویل عبارات کا من وعن پایا جانا ہمیں اس باب میں زیادہ غور وفکر اور تحقیق وتفحص پر مجبور کرتا ہے۔ عبارات ملنے سے کیا یہ ضروری ہے کہ وہ مرزا صاحب کی کتابوں سے لی گئی ہوں؟ کیا اس میں اور کسی احتمال کی گنجائش نہیں؟

کیا انسانی عقل وتجربہ یہاں کسی اور احتمال کو جگہ نہیں دیتے؟ کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی اور مصنف نے مرزا صاحب کی پانچ کتابوں سے یہ اقتباسات بلاحوالہ اپنی کتاب میں لئے ہوں یا مرزا صاحب نے انہیں اس سے لے کر اپنی پانچ کتابوں میں جگہ دی ہو اور حضرت تھانویؒ نے انہیں اس مصنف کی اصل کتاب سے لیا ہو؟ ان سب احتمالات کے ہوتے ہوئے ایک ہی رٹ لگائے جانا کہ حضرت تھانویؒ نے یہ مضامین مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی لئے ہیں اور انہیں عقل گم کردینے والے انکشافات کے نام سے عوام کے سامنے لانا قادیانی علم کلام کی یہی انتہا ہے۔

قادیانی حضرات کہتے ہیں کہ یہ سب احتمالات عقلی ہیں اور ایسے موضوعات میں محض امکان کوئی وزن نہیں رکھتا۔ صرف اسی احتمال کو اہمیت دی جاسکتی ہے جو ناشی عن الدلیل ہو۔ ہم جواباً کہیں گے کہ حضرت تھانویؒ نے جب واشگاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ انہوں نے یہ اقتباسات ایک کتاب سے لئے ہیں (نہ کہ پانچ کتابوں سے) تو کیا یہ دلیل اس احتمال کو جگہ نہیں دیتی کہ حضرت تھانویؒ کے سامنے واقعی کوئی اور کتاب ہو؟ اس ناشی عن الدلیل احتمال کو کلیتًا نظر انداز کرنا اور اس پر اعتراض کرنا کہ حضرت تھانویؒ نے یہ مضامین لازماً مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی لئے محض ضد نہیں تو اور کیا ہے؟

دوست محمد شاہد، محمد شبیر ہرل اور عبداللہ ایمن زئی میں کچھ بھی تحقیق کا پاس ہوتا تو وہ اس کتاب کی ضرور تلاش کرتے جس میں مرزا صاحب کی پانچ کتابوں کے اقتباسات ایک ہی جگہ مل جائیں، مگر افسوس کہ انہیں اس کی توفیق نہ ہوئی۔ حضرت تھانویؒ

کی اس بات کو صحیح مانا جائے کہ انہوں نے یہ مضامین واقعی ایک کتاب سے لئے ہیں تو پھر ان دو احتمالات میں سے ایک کو جگہ دینی ہوگی اور تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت تھانویؒ نے یہ عبارات یقیناً مرزا صاحب کی کتابوں سے نہیں لیں، ہم نے دوست محمد شاہد کے اس انکشاف کا مطالعہ کیا اور پھر ایمن زئی کی بھی زلزلہ فگن کتاب دیکھی تو اس یقین سے چارہ نہ ہوا کہ حضرت تھانویؒ نے قطعاً یہ مضامین، مرزا صاحب کی کتابوں سے نہیں لئے اس پر ہم نے ہفت روزہ ”خدام الدین“ لاہور کی ۱۶ ستمبر ۱۹۸۳ء کی اشاعت میں اس عنوان کے تحت لکھا:

صورتِ حال کا صحیح جائزہ:

”قادیانیوں نے اس بحث میں اب تک جتنے مضامین لکھے ہیں، ان میں سے کسی میں حضرت تھانویؒ کی دیانت اور نیت پر کوئی الزام نہیں لگایا گیا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی صدق مقالی پر انہیں بھی عمومی اتفاق ہے۔

مولانا تھانویؒ المصالح العقلیہ کے مقدمہ میں تصریح کرتے ہیں کہ انہوں نے کئی مضامین ایک ایسی کتاب سے نقل کئے ہیں، جس میں بیشتر باتیں غلط تھیں۔ حضرت تھانویؒ نے اس ایک کتاب کے سوا اور کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا، معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس ایسی کتاب ایک ہی تھی۔

مگر دوسری طرف یہ بات بھی ہے کہ حضرت تھانویؒ کی اس کتاب المصالح العقلیہ میں مرزا صاحب کی پانچ کتابوں کی عبارات ملتی ہیں، سوال یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ اپنے مقدمہ میں اگر ایک کتاب کا ذکر کر سکتے تھے تو پانچ کتابوں کا ذکر کرنے میں انہیں انکار کی کیا وجہ ہو سکتی تھی؟ کوئی نہیں! سو ہم یقین کرنے پر مجبور ہیں کہ آپ کے سامنے واقعی ایسی کتاب ایک تھی جیسا کہ آپ نے بیان کیا نہ کہ پانچ۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ المصالح العقلیہ میں مرزا صاحب کی پانچ کتابوں کی عبارات موجود ہیں۔“

قادیانی مضمون نگار اپنے کسی مضمون میں اس تعارض کو حل نہیں کر پائے، نہ انہوں نے کوئی اور خارجی حوالہ پیش کیا کہ حضرت تھانویؒ نے یہ مضامین واقعی مرزا صاحب کی پانچ کتابوں سے ہی اخذ کئے ہیں۔

رفع تعارض:

رفع تعارض کے لئے تمام عقلی احتمالات سامنے لائے جاتے ہیں۔ یہاں رفع تعارض اس صورت میں ہوتا ہے کہ کسی اور کتاب کو مرزا صاحب اور حضرت تھانویؒ میں واسطہ بنایا جائے اور سمجھا جائے کہ اس کتاب میں مرزا صاحب کی پانچ کتابوں کے مضامین بلاحوالہ منقول ہوں گے اور مولانا تھانویؒ نے اس کتاب سے وہ مضامین اپنی کتاب میں لئے ہوں گے رفع تعارض کے لئے سب احتمالات کو دیکھنا ہوتا ہے۔ راقم الحروف نے اگر اس رفع تعارض کے لئے ”ممکن ہے“ اور ”یہ بھی ممکن ہے“ کے پہلوؤں پر اگر توجہ دلائی ہے تو کوئی گناہ نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب محمد شبیر ہرل علمی مضامین اور تاریخی تحقیقات کے کوچہ میں کبھی بھول کر بھی نہیں گزرے ورنہ وہ کبھی اسے عذر گناہ بدتر از گناہ کا عنوان نہ دیتے۔

قادیانی حضرات اس پر بہت تیخ پا ہوئے لیکن علمی طور پر وہ ان دو احتمالات کی راہ بند نہ کر سکے، ہمارے پیش کردہ احتمال، ناشی عن الدلیل تھے اور قادیانیوں کو انہیں قرار واقعی جگہ دینی چاہئے تھی مگر وہ تو اسی نشہ میں ڈوبے ہوئے تھے کہ انہوں نے واقعی عقل کو گم کر دینے والے انکشافات کئے ہیں۔ ہم عرض کریں گے کہ ان سے عقل تمہاری گم ہوئی ہے، جنہوں نے اور طرف سوچنا ہی چھوڑ دیا، ہماری نہیں جنہوں نے صورتِ حال کا صحیح جائزہ لیا۔

قادیانیوں کو نصف صدی بعد یہ انکشاف کیوں ہوا؟

حضرت تھانویؒ کو دنیا سے رخصت ہوئے تقریباً نصف صدی ہو رہی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قادیانیوں نے اب اس مسئلہ کو کیوں اٹھایا اور نصف صدی کے قریب اس پر کیوں خاموش رہے؟ اگر یہ بات اس وقت اٹھائی جاتی جب حضرت تھانویؒ کے وہ احباب اور خلفاء موجود تھے جو اپنے وقت کے اساطین علم بھی تھے اور حضرت تھانویؒ سے بھی بہت قریب کا تعلق رکھتے تھے تو وہ فوراً بتا دیتے کہ حضرت تھانویؒ نے کس ایک کتاب سے یہ اقتباس لئے، لیکن قادیانیوں نے یہ بات اس وقت اٹھائی جب حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ، محدث العصر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوریؒ اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ ایک ایک کر کے جا چکے تھے، جونہی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی وفات ہوئی قادیانی یہ انکشاف لے کر سامنے آ گئے کہ شاید اب اس دور کا کوئی شخص نہ ملے جو حضرت تھانویؒ کی اس تالیف کا پس منظر سامنے لا سکے۔

قادیانیوں کی اتنی طویل خاموشی خود اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ حضرت تھانویؒ نے یہ عبارات مرزا صاحب کی کتابوں سے نہیں لیں، لیکن محض اس امید پر کہ اب شاید اس دور کا کوئی آدمی نہ رہا ہو جو صورت واقعہ کی عینی شہادت دے سکے وہ اچانک یہ انکشاف سامنے لے آئے۔

اہلِ اسلام کی طرف سے جوابی کارروائی:

ہم نے دوست محمد شاہد کے اس انکشاف کو پڑھتے ہی مذکورہ احتمالات جو ناشی عن الدلیل تھے،

پیش کر دیے تھے تاکہ فریقین اس ایک کتاب کی تلاش کریں، جہاں سے مرزا صاحب اور مولانا تھانویؒ دونوں نے یہ اقتباسات لئے ہیں لیکن بجائے اس کے کہ ہماری اس درخواست پر کچھ عمل کیا جاتا، عبداللہ ایمن زئی نے کمالات اشرفیہ کے نام سے ایک رسالہ اس پر لکھ مارا اور وہی لکیر پیٹتے رہے کہ کچھ بھی ہو حضرت تھانویؒ نے یہ مضامین مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی لئے ہیں۔

دوست محمد شاہد تو اس مذکورہ انکشاف کے بعد سامنے نہیں آئے ممکن ہے، انہیں وہ کتاب مل گئی ہو جہاں سے حضرت تھانویؒ نے یہ اقتباسات لئے تھے لیکن ان کی جماعت کے محمد شبیر ہرل اور عبدالرحیم بھٹی بورے والا کے اس پر برابر مصر رہے کہ حضرت تھانویؒ نے یہ ''کسب فیض'' مرزا صاحب کی کتابوں سے ہی کیا ہے دوست محمد شاہد کو بھی چاہئے تھا کہ اگر انہیں وہ کتاب مل گئی تھی تو اپنے ان ساتھیوں کو بھی اس کا پتہ دے دیتے۔

یہ صحیح ہے کہ ہم نے ان قادیانی مضمون نگاروں کا پورا تعاقب کیا اور ان کے مبلغ و مورخ سب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور ہم نے انہیں، یہ اصولی بات سمجھائی کہ حضرت تھانویؒ نے اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں جس کتاب کا حوالہ دیا ہے وہ ایک کتاب ہے اور حضرت تھانویؒ نے یہ باتیں اسی کتاب سے لی ہیں نہ کہ مرزا صاحب کی پانچ کتابوں سے اور انہیں (قادیانیوں کو) حضرت تھانویؒ کی اس بات کو سچ ماننا چاہئے اور حضرت کا دیا ہوا حوالہ ذکر کرنے کے بغیر اپنے اس انکشاف کو آگے نہ پھیلانا چاہئے کیونکہ یہ ایک انکشاف نہ ہوگا ایک خیانت ہوگی۔

حضرت تھانویؒ کے اصل ماخذ کی نشاندہی:

یہ کتاب مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک ہم عصر مولوی محمد فضل خان کی کتاب ہے جو موضع چنگا بنگیال تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی کے رہنے والے تھے، انگریز حکومت کے خاصے مداح تھے، ایک مجلس کی طلاق ثلاثہ کے بارے میں انہوں نے جو لکھا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ غیر مقلد تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی پانچوں کتابوں کے اقتباسات اس کتاب میں مختلف مواقع پر من وعن موجود ہیں.... اس مولف نے مرزا صاحب کی کتابوں سے یہ مضامین لئے ہیں یا مرزا صاحب نے اس کے مسودات سے یہ مضامین نقل کئے ہیں یا دونوں نے اپنے سے پہلے کی کسی کتاب سے لئے ہیں، سردست ہم اس پر بحث نہیں کرتے، اس وقت صرف حضرت تھانویؒ کی برأت پیش نظر ہے کہ حضرت نے یہ مضامین مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے ہرگز نہیں لئے اس ایک کتاب سے لئے ہیں اور اس کتاب کا نام ''اسرار شریعت'' ہے۔

کتاب ''اسرار شریعت'' کا تعارف:

اسرار شریعت تین ضخیم جلدوں میں ایک اردو تالیف ہے، مولف نے شریعت کے جملہ مسائل و احکام کو عقلی اور فطری استناد مہیا کرنے کی ایک بھرپور کوشش کی ہے۔ ناپختہ علم کے باعث جابجا ٹھوکریں بھی کھائی ہیں اور بے بنیاد باتیں بھی بہت کی ہیں۔ تاہم اندازہ ہوتا ہے کہ مولف مذکور کو اس عظیم مہم کو سرانجام دینے میں تیرہ سو سال کے علماء اسلام اور فلسفہ حکمت کی کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑا ہوگا۔ یہ کاوش ان کی پوری زندگی کا نچوڑ معلوم ہوتی ہے۔ اس کتاب میں ضمنی طور پر بعض مسائل شریعت کو عقل کے ڈھانچے میں نہیں ڈھالا گیا بلکہ جملہ مسائل شریعت کو باب وار عقلی اور فطری استناد مہیا کیا گیا ہے۔ سو اس باب میں یہ کتاب اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہے بڑی جامع اور ضخیم کتاب ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی پانچ کتابوں میں جہاں یہ بحثیں کی ہیں، ان کتابوں کا موضوع مسائل شریعت کا فطری جائزہ نہیں سوائے ایک کتاب کے (اسلامی اصول کی فلاسفی) باقی سب کتابوں کے موضوع دوسرے ہیں۔ مرزا صاحب نے ان میں ضمناً یہ عقلی مباحث ذکر کئے ہیں، کتابوں کے نام خود ان مختلف موضوعات کا پتہ دے رہے ہیں: کشتی نوح، آریہ دھرم، برکات الدعاء، نسیم دعوت وغیرہ سو اس میں شک نہیں کہ کتاب اسرار شریعت اس موضوع کی ایک اصولی کتاب ہے اور مرزا صاحب کی کتابیں ضمناً کہیں کہیں ان عقلی مباحث کو لے آئی ہیں۔

اسرار شریعت تین جلدوں کی ایک ضخیم کتاب ہے، جسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مولف کے کم از کم پندرہ بیس سال اس کتاب کی تالیف پر لگے ہوں گے، مولف نے اس کے سرورق پر لکھا ہے:

''یہ کتاب صرف میری طبع زاد یا خیالات کا نتیجہ نہیں بلکہ اسلام میں تیرہ سو سال سے اس زمانہ تک جو بڑے بڑے مشہور و معروف روحانی فلاسفر اور ربانی علماء کرام اسلام گزرے ہیں، اکثر مسائل کے اسرار و فلاسفیاں ان کی تقاریر مقدمہ سے بھی اخذ کی گئی ہیں۔ الغرض اسلامی تائید کے لئے اردو زبان میں جامع و بے نظیر اس فن میں یہی ایک کتاب شائع ہوئی ہے اور اسلامی علوم کے اسرار بیان کرنے میں بحر محیط ہے۔''

اہل علم اور اہل قلم پر مخفی نہیں کہ تیرہ سو سال کے بڑے بڑے علماء کی کتابوں کو کھنگالنا، ان کے خلاصے نکالنا اور ان پر غور و فکر کرنا اور پھر انہیں اپنے الفاظ میں باب وار لانا اور تین ضخیم جلدوں پر ایک بحر محیط پیش کرنا کوئی ایسا کام نہیں جو چار پانچ سال کی پیداوار ہو۔ یہ عظیم کام پندرہ بیس سال سے کم کسی طرح اس نہج پر ترتیب نہیں پا سکتا بلکہ مولف کی پوری زندگی کا حاصل ہے۔ اس کتاب کے اس مختصر تعارف کے بعد اب ہم بھی چند انکشاف ہدیۂ قارئین پیش کرتے ہیں:

۱:...انکشاف:

مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات ۱۳۲۶ھ میں ۶۸ سال کی عمر میں ہوئی۔ اسرار شریعت ۱۳۲۷ھ میں شائع ہوئی۔ ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں ہی کتاب نے ترتیب پائی اور جونہی یہ کتاب شائع ہوئی قادیانی سربراہ حکیم نورالدین نے بیس کتابوں کا آرڈر دے دیا اور اسے عام تقسیم کیا۔ قادیانیوں کی اس قسم کی کارروائی پتہ دیتی ہے کہ قادیانی علمی حلقے اس کتاب کی اشاعت سے پہلے اس کتاب سے واقف تھے اور انہیں اس کی اشاعت کا شدید انتظار تھا ورنہ کسی کتاب کا اشتہار دیکھ کر انسان پہلے وہ کتاب منگاتا ہے اسے صحیح پائے تو مزید نسخوں کا آرڈر دیتا ہے۔ اسرار شریعت جلد دوم کے آخری صفحہ پر مولف مولوی محمد فضل خان صاحب لکھتے ہیں:

"علامہ حکیم نورالدین صاحب امام فرقہ احمدیہ نے کتاب اسرار شریعت کا اشتہار دیکھتے ہی محض از راہ امداد اسلامی بیس نسخے خریدنے کا خاکسار کو لکھا اور بعد طبع سالم قیمت پر بیس نسخے خرید لئے...."

یہ خط کب لکھا گیا؟ کتاب کی طباعت سے پہلے، کتاب چھپنے پر، سالم قیمت پر بیس کتابیں خرید لی گئیں... کتاب کب شائع ہوئی ۱۳۲۷ھ میں.... ظاہر ہے کہ یہ خط کتاب کے اشتہار پر ایک دو سال پہلے لکھا گیا ہوگا، ان دنوں کتابوں کے اشتہار ان کی اشاعت سے کافی پہلے نکلتے تھے۔ خود مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب براہین احمدیہ کا اشتہار اس کے چھپنے سے کتنا پہلے نکلا تھا؟ اس میں شک نہیں کیا جاسکتا کہ حکیم نورالدین صاحب کا یہ خط خود مرزا صاحب کی زندگی میں لکھا گیا تھا اور قیاس یہی ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے ایما سے ہی لکھا گیا ہو، ہاں جس وقت مولف نے مذکورہ بالا نوٹ لکھا، اس وقت حکیم نورالدین صاحب بے شک جماعت کے امام بن چکے تھے۔ اگر یہ خط واقعی مرزا صاحب کے ایما سے لکھا گیا تھا تو ظاہر ہے کہ مرزا صاحب اس کتاب کی اشاعت سے پہلے اس سے اچھی طرح باخبر تھے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ مسودہ یا مولف کی بعض تحریرات خطوط کی شکل میں ان کی نظر سے گزری ہوں اور مولف نے ان کی علمی امداد کے لئے انہیں بھیجی ہوں۔

۲:...انکشاف:

حکیم نورالدین صاحب سے زیادہ کون مرزا صاحب کے قریب ہوگا اور ان سے زیادہ کس کی مرزا صاحب کی کتابوں پر نظر ہوگی؟ انہوں نے کتاب اسرار شریعت اتنے شوق سے منگائی بھی اور پڑھائی بھی اور اس میں بعض لمبے لمبے مضامین کو مرزا صاحب کی کتابوں سے لفظ بہ لفظ ملتے بھی پایا اور یہ بھی ملاحظہ کیا کہ مصنف نے ان عبارات کے آگے مرزا صاحب کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ اس پر حکیم نورالدین صاحب اور ان کے حلقے کے لوگ برابر خاموش رہے اور کسی نے یہ بات نہ اٹھائی کہ اس کے بعض مندرجات مرزا صاحب کی پانچ کتابوں کے مندرجات سے ہو بہو ملتے ہیں۔ حکیم صاحب یا ان کے کسی ساتھی نے یہ آواز کیوں نہ اٹھائی....؟ اور عقل کو گم کردینے والا انکشاف آج نصف صدی بعد حضرت تھانویؒ کے خلاف ہورہا ہے اور اسی وقت مولوی محمد فضل خان آف گوجرخان کے خلاف کیوں نہ ہوسکا؟

اس کا ایک ہی جواب ہے جو قرین قیاس ہے وہ یہ کہ اس وقت مولوی محمد فضل خان زندہ تھے جو اس بات پر واضح طور پر کہہ سکتے تھے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ان مضامین کا کسب فیض خود اُن سے کیا ہے اور یہ کہ مرزا صاحب کی عادت تھی کہ اپنی کتابوں کے دوران تصنیف وہ وقت کے دیگر اہل قلم سے علمی امداد لیتے رہتے تھے۔ اگر اس بات کے کھلنے کا ڈر نہ تھا تو بتلایئے حکیم نورالدین صاحب اور ان کے احباب اس پر بالکل خاموش کیوں رہے؟ اور پوری جماعت پون صدی تک اس پر خاموش کیوں رہی؟.... آئندہ ہم ان اقتباسات کو جو دوست محمد شاہد یا عبداللہ ایمن زئی نے مرزا غلام احمد قادیانی اور حضرت تھانویؒ کی عبارات کے تقابلی مطالعہ میں پیش کئے ہیں۔ مولوی محمد فضل خان اور مرزا غلام احمد قادیانی کی تقابلی عبارات پیش کریں گے۔ (جاری ہے)

زباں پر محمد ﷺ کا نام آ گیا ہے

زباں پر محمد ﷺ کا نام آ گیا ہے — ہمیں آج لطفِ تمام آ گیا ہے
فرشتے جلو میں ادب سے کھڑے ہیں — یہ محشر میں کس کا غلام آ گیا ہے
قدم کیا رسولِ معظم ﷺ کے آئے — جہاں میں مکمل نظام آ گیا ہے
یہی بس ہے مائل ہمیں روزِ محشر
وہ کہہ دیں ہمارا غلام آ گیا ہے

مائل خیر آبادی

آہ! شیخ الکل مولانا عبدالغفور قاسمیؒ

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

دارالعلوم ہاشمیہ سجاول ضلع ٹھٹھہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغفور قاسمی ۲۵ر نومبر ۲۰۱۳ء کو صبح آغا خان ہسپتال کراچی میں انتقال کرگئے۔ ضلع ٹھٹھہ میں سجاول ایک معروف تاریخی شہر ہے۔ اس کے قریب پانچ چھ میل کے فاصلے پر گجو نامی ایک آبادی ہے۔ اسی آبادی میں ۱۹۴۲ء میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب میمن کے ہاں مولانا سائیں عبدالغفور قاسمی پیدا ہوئے۔

گجو کے قریب مرکزی شہر سجاول ہے، یہاں ۱۹۹۹ء میں حاجی سید عبدالرحیم شاہ صاحب نے دارالعلوم ہاشمیہ کی بنیاد رکھی۔ مولانا قاسمیؒ جب پڑھنے کے لئے یہاں تشریف لائے تو اس وقت ادارے کے مہتمم اور استاذ الحدیث مولانا نور محمد سجاولی تھے۔ دارالعلوم ہاشمیہ میں مولانا نور محمد مرحوم وقت کے بڑے بڑے فاضل اجل اور نامور علماء کی تدریس کے لئے خدمات حاصل کرتے تھے۔ ایک زمانہ میں حضرت مولانا شمس الحق افغانی وہاں پڑھاتے رہے۔ جامعہ خیرالمدارس کے شیخ الحدیث مولانا محمد شریف کاشمیریؒ نے حضرت افغانی سے یہیں سجاول میں تکمیل کی تھی اور یہیں ان کی دستار بندی ہوئی۔ دارالعلوم ہاشمیہ سجاول میں ایک بار حضرت مولانا سید فیض علی شاہ مانسہروی بھی تدریس کے لئے تشریف لائے۔ مولانا سید فیض علی شاہ صاحب دارالعلوم دیوبند میں بھی مدرس رہ چکے تھے۔ آپ سے مولانا عبدالغفور قاسمیؒ نے سجاول میں معقولات کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا سید فیض علی شاہ صاحب گوجرانوالہ کے جامعہ اشرف العلوم میں حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب کی دعوت پر تشریف لے گئے تو مولانا عبدالغفور قاسمیؒ بھی آپ کے ہمراہ آئے اور ایک سال یہاں پڑھا۔ مولانا قاسمی نے حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ بانی دارالعلوم کبیر والا سے بھی معقولات پڑھیں جبکہ ظاہر والی مدرسہ انوار حبیبیہ میں بھی حضرت مولانا حبیب اللہ گمانوی اور حضرت مولانا منظور احمد نعمانی سے پڑھتے رہے۔ دورۂ حدیث شریف کے لئے آپ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لے گئے۔ ۶۴۔۱۹۶۵ء میں یہاں سے دورۂ حدیث کیا۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ اور مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ ایسی شخصیات سے تعلیم حاصل کی۔ اس زمانہ میں مشرقی ومغربی پاکستان کے تمام مدارس میں آپ نے سب سے زیادہ نمبر حاصل کئے۔

حضرت مولانا عبدالغفور قاسمیؒ کو مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ اپنے جامعہ میں مدرس رکھنا چاہتے تھے، لیکن مولانا نور محمد سجاولی کے کہنے پر آپ دارالعلوم ہاشمیہ آگئے اور یہاں سے اپنی تدریسی خدمات کا آغاز کیا۔ مولانا نور محمد صاحبؒ کے بعد آپ ان کے علمی جانشین قرار پائے۔ آپ نے دارالعلوم ہاشمیہ کو ترقی دی، نئی عظیم الشان بلڈنگ اور مسجد تیار کرائی جو اپنی مثال آپ ہے اور پھر یہیں سے آپ کا جنازہ اٹھا۔ سندھ کے اس حصہ میں حضرت مولانا نور محمد صاحبؒ نے تنظیم ''اصلاح المدارس'' قائم کی۔ اندرون سندھ میں یہ تنظیم گویا سندھ کے دینی مدارس کا تعلیمی بورڈ ہے۔ اس وقت پچانوے مدارس اس تنظیم سے وابستہ ہیں۔ پہلے مولانا نور محمد صاحبؒ صدر تھے۔ ان کے بعد مولانا سائیں عبدالغفور قاسمیؒ صدر بنے۔ اس کے ناظم اعلیٰ مولانا غلام محمد سموں ہیں۔ اس وقت ان مدارس میں پڑھانے والے تمام کے تمام اساتذہ حضرت مولانا عبدالغفور قاسمیؒ کے شاگرد ہیں۔ سجاول ٹھٹھہ بدین اور دور دراز سندھ کے خطہ میں مولانا عبدالغفور قاسمیؒ نے کئی مساجد بنوائیں، وہاں مکتب قائم کئے، ان کی سرپرستی، راہنمائی اور مالی معاونت کرتے رہتے تھے۔

مولانا عبدالغفور قاسمیؒ معقول ومنقول علوم میں اتھارٹی مانے جاتے تھے، آپ کے ہزاروں شاگرد ہوں گے، وہ ملک کے ان چند شیوخ حدیث میں سے بھی تھے جنہیں انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔ مولانا عبدالغفور قاسمیؒ جہاں اعلیٰ درجے کے مدرس تھے وہیں کامیاب خطیب بھی تھے، آپ نے تدریس و خطابت، مسند حدیث اور منبر ومحراب سے دین اسلام کی ترویج واشاعت کا فریضہ ادا کیا۔

مولانا عبدالغفور قاسمیؒ پنجاب گمر ملتان، کراچی تک ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت کرتے تھے۔ مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کی درخواست پر آپ نے لندن ختم نبوت کانفرنس میں بھی شرکت کی۔ جب مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ آپ کے ساتھ تھے۔

مولانا عبدالغفور قاسمیؒ نے اس موقع پر حدیث: "انا اولهم في الحق وآخرهم في البعث" پر خطاب کیا۔ خطاب کیا تھا علم کا سمندر موجزن تھا، پورا اجتماع گوش برآواز تھا، تقریر کے بعد مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے آپ کا ماتھا چوما اور کہا: مولانا! آپ کی خطابت کے پیچھے کسی بزرگ کی دعا ہے۔ مولانا عبدالغفور قاسمیؒ نے فرمایا: آپ نے سچ جانا، مولانا نور محمد سجاویؒ کی دعائیں سمیٹنے کا مجھے اعزاز حاصل ہے۔

حضرت مولانا عبدالغفور قاسمیؒ کا جمعیت علماء اسلام سے جماعتی تعلق تھا، آپ نے علالت کے باوجود ملک بھر میں جمعیت کی کانفرنسوں سے خطاب کیا۔

سائیں شوگر کے مریض تھے، بار بار عوارض نے گھیرا، آپریشن ہوئے، لیکن بیماری کو اپنے پر مسلط نہیں ہونے دیا، بیسیوں عمرے، حج، ملکی وغیر ملکی اسفار سب جاری رہے۔ آخری بار گلے کے آپریشن کے لئے ہسپتال گئے تو پیغام اجل کو لبیک کہا، سجاول میں نماز جنازہ ہوئی، آپ کے استاذ زادہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں مصری شاہ قبرستان میں سپرد خاک کردیئے گئے۔ حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۳۰ نومبر ۲۰۱۳ء)

مولانا مفتی محمد احمد کی شہادت

ایک اور چراغ بجھ گیا!

مولانا قاضی احسان احمد

اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی جسے جب چاہیں اپنے پاس بلالے، آنے کا ضابطہ موجود، جانے کا کوئی نظم نہیں صرف امر ربی، حکم باری تعالیٰ کام کرتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ زمان صاحب اکابر علماء کرام خصوصاً حضرت لدھیانوی شہید، حضرت جلال پوری شہید نور اللہ مرقدہم سے خاص محبت رکھتے تھے، اس نسبت سے ان کے کام کے ساتھ بھی دلی محبت وانسیت تھی۔

مولانا شاہ زمان کے فرزند ارجمند مولانا مفتی محمد احمد شہیدؒ تھے۔ ۲ دسمبر ۲۰۱۳ء بروز پیر بعد نماز عشاء واٹر پمپ چورنگی کراچی پر واقع "شاہ ہومیو پیتھک کلینک" پر درندہ صفت دہشت گردوں نے ڈاکٹر سید محمد طاہر عثمانؒ کے ساتھ مولانا مفتی محمد احمدؒ کو بھی فائرنگ کرکے شہید کردیا۔ آپ کی عمر صرف ۳۲ سال تھی۔

اللہ کریم نے اس کم عمری میں ہی اس کو کتنا نوازا، اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ یہ حافظ قرآن، قاری، عالم، مفتی، مدرس، امام مسجد خطیب، ڈاکٹر اور پھر آخر شہادت کا مرتبہ عظمیٰ رب کریم نے اس کو عطا کیا۔

ابھی جام عمر بھرا نہ تھا کہ کف دست ساقی چھلک پڑا
رہی دل کی دل میں حسرتیں نشان قضا نے مٹا دیا

اللہ تعالیٰ مولانا شاہ زمان صاحب، ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کی دیگر لواحقین کو مفتی صاحبؒ کی شہادت پر صبر جمیل عطا فرمائے۔

شہید کا مقام اتنا بلند جس کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔ شہید کو شہادت کے وقت اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی کسی انسان کو چیونٹی کے کاٹنے کا درد ہوتا ہے۔

ویسے اگر غور کیا جائے تو شہادت کی موت کا صدمہ بہت ہوتا ہے مگر جانبین کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس میں راحت رکھی ہے۔

شہید کے لئے بہت بلند درجات، موت آسان، حساب وکتاب سہل، جنت انتہائی قریب، دنیاوی تکالیف سے بالکل جان چھوٹ گئی اور بہت کچھ، دوسری طرف ایک شخص یہ بیمار ہوجائے بستر پر پڑ جائے لاعلاج ہوجائے۔ معذور ہوجائے، تمام اہل خانہ پریشان، چار وناچار اس کی خدمت روپے پیسے کا بے دریغ لگانا اور نہ جانے اس طرح کے کتنے کام ہیں جن کی وجہ سے جانبین کو تکلیف، تنگی اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کسی کو شہادت کی موت نصیب ہوئی مذکورہ بالا فتن میں سے کسی سے واسطہ نہیں پڑا، بخیر وخوبی ہنستے ہنستے، یہ جا اور وہ جا کا مصداق بن گیا۔

بہرکیف علماء، طلباء، نیک لوگوں کی شہادت اسلام اور نظام اسلامی کے لئے اپنے وقت پر رنگ ضرور لائے گی، پودا پانی ملنے کے بعد طاقتور ثمر آور اور سایہ دار بنتا ہے، دین اسلام کا شجر بھی شہادت کے خون سے سرسبز وشاداب، گھنا اور ثمر آور ہوگا۔

رب کریم مولانا مفتی محمد احمد کی شہادت کو قبول فرمائے، ان کے پسماندگان بالخصوص ان کی اہلیہ اور بچے کو رب کریم کسی کا محتاج نہ بنائے ان کی کفایت فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب کریم۔

کارزارِ حیات میں ایک مومن کا کردار!

شمس الحق ندوی

موجودہ غیر معمولی حالات وحوادث صاف بتلا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے اس موجودہ طرز زندگی سے جس میں دعوت کی روح، دین کے لئے جدوجہد، آخرت کی فکر اور ایمانی زندگی کی کیفیات نہ ہوں، ہرگز راضی نہیں، بدلتے ہوئے حالات اور ہواؤں کے رخ بتا رہے ہیں کہ قدرت مسلمانوں کو جھنجھوڑ رہی ہے اور مختلف قسم کے اشارات اور خطرے کے علامات ان کی تنبیہ وعبرت کا سامان فراہم کررہے ہیں اور خطرے کا سائرن بجا رہے ہیں کہ اگر تم اپنا کھویا ہوا مقام پھر سے نہیں حاصل کرتے اور دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ بہنے والے دھارے سے اپنے کو الگ نہیں کرتے، اپنی کھوئی ہوئی قدروں کو پھر سے زندہ وجاوید نہیں بناتے تو دنیا کی کوئی طاقت تمہاری حفاظت نہیں کرسکتی، اپنے منصب ومقام سے نیچے اتر کر دوسری قوموں کی صف میں کھڑے ہوکر نہ فرض منصبی ادا کرسکتے ہو اور نہ ہی اپنے تشخص وامتیاز کو باقی رکھ سکتے ہو۔

مسلمانوں کی عام آبادی کا طرز زندگی دنیاوی انہماک اور خود فراموشی سخت تشویش ناک ہے، زندگی کا یہ طرز کہ سوائے مادی ضروریات کی تکمیل اور اپنی شکم پروری اور اپنے بچوں کی پرورش یا حصول جاہ ودولت کے زندگی کا کوئی بلند مقصد نہ ہو اور زندگی ایمان و احتساب سے یکسر خالی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے جذبہ سے عاری ہو، اس میں دینی شعائر واحکامات پر عمل پیرا ہونے اور خدا سے اپنا تعلق استوار کرنے کا کوئی احساس وشعور نہ ہو، اس کو اپنے اندر ایمان کی حلاوت و چاشنی پیدا کرنے کا شوق وولولہ نہ ہو، اپنے بچوں کی اسلامی تعلیم وتربیت کی کوئی فکر نہ ہو، مسلمان بستیوں میں فقط اذان ہوتی ہو لیکن مسجدیں نمازیوں سے خالی رہتی ہوں، اخوت اسلامی اور خیر کے کاموں میں تعاون کی روح مردہ ہوچکی ہو، غرض یہ کہ جس مقصد کے لئے مسلمانوں کی بعثت ہوئی ہے:

”کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔“ (آل عمران:۱۱۰)

ترجمہ: ”مومنو! جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں، تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو۔“

اس کو امت کا بڑا طبقہ فراموش کرچکا ہو بلکہ اس کا خوشحال اور روشن خیال طبقہ امت کی اس ذمہ داری اور مقصد کا مذاق اڑاتا ہو... الا ماشاء اللہ!... تو پھر امت مسلمہ کی حفاظت کی کوئی ضمانت نہیں، مسلم قوم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ دیگر اقوام عالم سے بالکل مختلف ہے، ان کی معمولی چوک اور تساہلی پر تنبیہ ہوتی ہے چہ جائیکہ یہ امت غفلت ہی کو اپنا شعار بنالے اور جب مال اور دنیا کی حد سے بڑھی ہوئی طلب ومحبت میں دیگر اقوام عالم کی شریک وسہیم بن جائے۔

غزوۂ حنین میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صرف اس تصور وخیال پر تنبیہ ہوئی تھی اور مسلمان شکست کھاگئے تھے کہ کہ اس وقت ہم بہت بڑی تعداد میں ہیں، ہم بڑی آسانی کے ساتھ اپنے دشمن کو شکست دے سکتے ہیں، ہم نے تو ان پر اس وقت فتح حاصل کی تھی جب ہم بہت تھوڑے سے تھے۔

مسجدوں کا مسلمان نمازیوں سے خالی ہونا اور سینماہالوں کا ان سے رونق پانا، مسلمانوں کے خوشحال طبقہ کا اپنے پڑوسی فقراء ومساکین، یتیموں اور بیواؤں بلکہ عزیزوں اور قرابت داروں کے فقر وفاقہ اور اضطرار واضطراب سے متاثر نہ ہونا اور صرف اپنے ذاتی معاملات اور اپنی دلچسپی کے دائرہ میں دولت کا بے دریغ خرچ اور روپیہ کا پانی کی طرح بہانا خدا کے غضب کو بھڑکانے والا طرز عمل ہے اور اسی طرز عمل کے نتیجہ میں وہ واقعات پیش آتے ہیں جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور جن سے جنگل کے درندے اور بھیڑیئے بھی شرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر دعوت کا فریضہ عائد کیا ہے، لہٰذا مسلمان جب بھی اپنے اس فرض سے غفلت برتیں گے اور اپنے اصل مقام سے نیچے اتریں گے اور دنیا طلبی اور خود غرضی کو اپنا پیشہ بنائیں گے تو لازماً عالم درہم برہم ہوجائے گا اور وہ کچھ ہوگا جو قیاس وگمان میں آنے والا نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ نے اس امت کی نصرت ومدد کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ کا وعدہ یقیناً حق ہے، مگر پختہ یقین اور یقین کامل اس کی اولین شرط ہے:

”وَلَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔“ (آل عمران:۱۳۹)

ترجمہ: ”اور دیکھو بے دل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔“

نیز فرمایا گیا ہے:

”نحن اولیاء کم فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ۔“

ترجمہ: ”ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی تمہارے رفیق ہیں۔“

جس کا ناصر ومددگار خود خالق کائنات ہو، کیا کوئی اس کا بال بیکا کرسکتا ہے؟ یاد کیجئے! سامنے سمندر ہے، پیچھے فرعون اور اس کا لشکر، بنی اسرائیل چکی کے ان دو پاٹوں کے درمیان ہیں، اس عالم کائنات میں جو نظام جاری ہے، اس کی رو سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ بنی اسرائیل اس خطرہ سے بچ کر نکل سکیں گے مگر ہوا کیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے اضطراب وپریشانی کو دیکھ کر ایمان واعتماد کے لہجہ میں فرمایا: ”کلا ان معی ربی سیھدین“... تم ہلاک ہوجاؤ گے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، کیونکہ میرے ساتھ میرا خدا ہے، مجھے راستہ دے گا.... بنی اسرائیل دریا پار ہوتے ہیں اور فرعون مع اپنے لشکر کے غرق دریا ہوجاتا ہے۔

اللہ کے رسول غار ثور میں، کفار قریش آپ کی تلاش میں غار کے دہانے پر آجاتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ پریشان ہیں کہ اگر کسی نے بھی اپنے قدم سے نیچے دیکھا تو ہم پکڑے جائیں گے، اللہ کے رسول نے اپنے جان نثار کی گھبراہٹ دیکھ کر فرمایا: ”ما ظنک باثنین اللہ ثالثھما“... ابوبکر! ان دو کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا ساتھی خدا ہے....

مسلمانوں کے کرنے کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ وہ اپنا جائزہ لے کر دیکھیں کہ کن روگوں اور بیماریوں کے باعث وہ موجودہ حالت کو پہنچے ہیں اور اس جائزہ کے بعد اپنی اصلاح کی کوشش اور انابت و رجوع کی کیفیت پیدا کریں، اللہ تعالیٰ سے دوبارہ اپنے تعلق کو مستحکم ومضبوط کریں۔

کیا دنیا کی کوئی عقل یہ تسلیم کرسکتی ہے کہ کسی جانور کا لقمہ بن جانے اور اس کے معدہ میں اتر جانے کے بعد بھی کوئی زندہ رہ سکتا ہے؟ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع وانابت کی کیفیت نے یہ بھی کر دکھایا۔ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کا لقمہ بن جاتے ہیں اور یہ تنبیہ خداوندی تھی، پھر جب ان کو اپنی لغزش کا احساس ہوتا ہے اور متوجہ الی اللہ ہوکر عرض کرتے ہیں: ”لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین“... تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور بے شک میں قصوروار ہوں....

جونہی رجوع وانابت کی یہ کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا بندہ اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے، خدا کی مدد آموجود ہوتی ہے، آپ مچھلی کے پیٹ سے آزاد ہوکر صحیح وسلامت دوبارہ زمین پر آجاتے ہیں۔

مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن خود ان کے گناہ ہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے سپہ سالار منصور بن غالب کو محاذ جنگ پر روانہ کرتے ہوئے یہ نصیحت فرمائی تھی:

”تم کو خواہ کیسے ہی حالات سے دوچار ہونا پڑے، ہر حال میں خدا کا خوف ولحاظ رکھنا کہ تقویٰ بہترین سامان اور بہت کارگر چال ہے، خوف خدا سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں، دشمنی سے زیادہ اس بات سے ڈرو کہ خود سے یا تمہارے فوجیوں سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے، گناہ دشمن سے بھی زیادہ ڈرنے کی چیز ہے، دشمنوں کے مقابلہ میں ہماری مدد اس لئے ہوتی ہے کہ وہ گناہگار ہیں، اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم ان کے مقابلہ میں ٹک نہیں سکتے تھے، اس لئے کہ نہ ہماری تعداد اتنی بڑی ہے اور نہ تیاری ہی ان کی جیسی ہے، اگر ہم گناہ میں اپنے دشمن کے برابر ہوگئے تو مادی طاقت میں وہ ہم سے بہت فائق ہیں، اطاعت شعاری اور گناہوں سے پرہیز کی بناء پر نصرت خداوندی کا استحقاق نہ حاصل ہوا تو اپنی طاقت سے ہم ان پر کبھی غالب نہیں آسکتے، تم لوگوں کی عداوت سے زیادہ اپنے گناہوں سے ڈرو، اپنی قدرت وطاقت سے زیادہ اپنے گناہوں سے بچنے اور حفاظت کا اہتمام کرو، تم یہ ہرگز نہ سوچو کہ ہمارا دشمن ہم سے بُرا اور خدا کا باغی ہے، اس لئے اس کو ہم پر تسلط وغلبہ نہیں ہوسکتا چاہے ہم گناہ کریں، بہت سی قوموں پر ان کے گناہوں کے سبب ان پر بدترین لوگ مسلط کردیئے گئے، تم جس طرح دشمن کے مقابلہ میں خدا سے مدد طلب کرتے ہو اپنے نفس کے مقابلے میں بھی خدا کی مدد کے طالب بنو۔“

ایک مرتبہ بابر اپنے وطن سے دور بیس ہزار فوج کے ساتھ محصور تھا، رسد اور مزید کمک پہنچنے کا کوئی امکان نہ تھا اور دشمن کے دو لاکھ لشکر جرار سے مقابلہ تھا، اس وقت بابر نے توبہ واستغفار کیا، شراب نوشی اور دیگر تمام منکرات وخلاف شرع باتوں سے خالصتاً لوجہ اللہ توبہ کی اور دعا مناجات کے بعد میدان جنگ میں اترا، اور فتح مبین حاصل ہوئی۔

اپنے ان خیالات کے اظہار میں ہم قارئین کرام کو ترک اسباب اور ظاہری وسائل وذرائع سے آنکھ بند کرنے کی دعوت نہیں دیتے، بلکہ پورے یقین واعتماد کے ساتھ یہ کہنا چاہتے ہیں اور تاریخ اسلام اس کی شاہد ہے کہ احکام خداوندی کی پابندی، اس کی طرف رجوع وانابت کو اولیت حاصل ہے اور ان سے غفلت برتنے کے بعد اسباب وقوت بے فائدہ اور بے معنی ہیں۔ فھل من مدکر۔

☆☆.........☆☆

بقیہ:......... اداریہ

آج نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ نہ قرآن کریم محفوظ ہے اور نہ ہی حضور اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ، نہ کوئی مسجد محفوظ ہے اور نہ ہی کوئی مدرسہ، کوئی خانقاہ محفوظ ہے اور نہ ہی کوئی عبادت گاہ، نہ کوئی بازار محفوظ ہے اور نہ ہی کوئی گھر، حتیٰ کہ خانۂ خدا میں عبادت میں مصروف بارگاہ رب العزت میں سربسجود لوگوں پر پٹرول اور کیمیکل چھڑک کر آگ لگادی گئی اور ان پر گولیاں برسائی گئیں۔ ان حالات میں ایک عام مسلمان اور پاکستانی شہری، پاکستان، اہل پاکستان اور اس تفرقہ اور فتنہ وفساد کے بارے میں کیا سوچتا ہے اور اس کی روک تھام اور تدارک کے لئے کیا کہتا ہے؟ یہ سب کچھ جاننے کے لئے جنگ کراچی کے برقی مراسلات کے تحت ''شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات'' کے عنوان سے جناب اشرف علی عزمی کا مراسلہ ہے، جو بہت سے مسلمانوں کے دل کی ترجمانی کرتا ہے، اُسے بعینہ یہاں نقل کیا جاتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''پاکستان مذہب کے نام پر حاصل کیا گیا اور یہاں پر مذہب سے زیادہ مظلوم شے اور کوئی نہیں۔ ہر کسی کا اپنا ایک اسلام ہے، ہر شخص خود کو ہی حق پر سمجھتا ہے اور اپنے نظریات کو زبردستی دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ حکمت وتدبر، فتنہ شناسی، دور اندیشی، عدم تشدد وعدم برداشت ہمارے معاشرے سے منہ چھپائے کب کے رخصت ہو چکے۔ مندرجہ بالا گھمبیر مسائل کے حل کے لئے لاؤڈ اسپیکر پر پابندی پر سختی سے علمدر آمد کروایا جائے۔ میڈیا پر مخصوص رسومات کو ترجیح دینے کی بجائے دین اسلام کی بنیادی ومتفقہ تعلیمات کو نشر کیا جائے۔ اعتدال پسند علمائے کرام کو آگے لایا جائے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کسی بھی مذہبی وسیاسی جماعت یا فرقے کو کھلے عام سڑکوں پر آنے کی اجازت نہ دی جائے۔ عبادات وجلسے جلوسوں کو مخصوص جگہوں تک محدود رکھا جائے۔''

(روزنامہ جنگ کراچی، بروز ہفتہ، ۱۸رمحرم الحرام ۱۴۳۵ھ، ۲۳رنومبر ۲۰۱۳ء)

پاکستان میں کسی بھی نام پر اور کسی بھی عنوان سے نکلنے والے جلوس اب فتنہ وفساد کا سبب بنتے جارہے ہیں، حالانکہ قرآن وسنت اور اسلام کی تعلیمات میں ان جلوسوں کی کوئی حقیقت نہیں، اس لئے اکثر وبیشتر اسلامی ممالک میں بھی اس کا کوئی وجود نہیں، حتیٰ کہ خود ایران میں بھی محرم الحرام اور واقعۂ کربلا کی یاد میں کوئی جلوس نہیں نکلتا، بلکہ ایک بار اس وقت کے ایران کے صدر کا بیان اخبارات میں شائع ہوا، جس میں کہا گیا کہ:

''علم اور تعزیہ غیر اسلامی ہے، عاشورہ کی مروجہ رسوم غلط ہیں۔ ایران کے صدر خامنہ ای کی تنقید۔'' تہران (خصوصی رپورٹ) ایران کے صدر خامنہ ای نے کہا ہے کہ یوم عاشورہ پر امام حسینؓ کی یاد تازہ کرنے کے مروجہ طریقے یکسر غلط اور غیر اسلامی ہیں۔ اسلام آباد کے انگریزی اخبار ''مسلم'' کی رپورٹ کے مطابق ایرانی سربراہ مملکت نے نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مزید کہا کہ یہ طریقہ نمود ونمائش پر مبنی اور اسلامی اصولوں کے منافی ہے۔ فضول خرچی اور اسراف ہمیں امام حسینؓ کے راستے سے دور کردیتا ہے۔ انہوں نے علم اور تعزیہ کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ خواہ یہ محراب وگنبد کی شکل میں ہی کیوں نہ ہوں، یاد تازہ کرنے کی اسلامی شکل نہیں۔ ان نمائشی چیزوں پر رقم خرچ کرنا حرام ہے اور عاشورہ کی روح کے منافی ہے، کیونکہ یوم عاشورہ تفریح کا دن نہیں ہے۔ امام خمینی کے فتویٰ کا حوالہ دیتے ہوئے صدر خامنہ ای نے کہا کہ مذہبی تقریبات کے دوران لاؤڈ اسپیکر کو بہت اونچی آواز میں استعمال نہیں کرنا چاہئے اور عزاداری کے مقام پر بھی پڑوسیوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچانا چاہئے۔ لوگوں کو ماتم کرنے پر مجبور نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی اس رسم کو لوگوں کے لئے تکلیف دہ ہونا چاہئے۔''

(روزنامہ جنگ کراچی، بروز پیر ۱۹رمحرم الحرام ۱۴۰۵ھ، ۱۵راکتوبر ۱۹۸۴ء)

جلوس کے منتظمین، اس کے ذمہ داران اور اس رسم کو نبھانے والوں سے بھی یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ آپ ہی بتائیں اس واقعہ میں اسوۂ حسینیؓ کے علم بردار کون تھے اور یزید وابن زیاد کا کردار کس نے ادا کیا؟ عیسائی یا یہودی قرآن کریم جلائے، اس کی بے حرمتی کرے تو ہم بجا طور پر سراپا احتجاج بن جاتے

ہیں، لیکن اس راولپنڈی واقعہ کے بارہ میں جس میں قرآن کریم جلائے گئے، احادیث رسول اللہ ﷺ کی کتب جلائی گئیں، مسجد جل کر راکھ کا ڈھیر بن گئی، اگر کوئی سکھ، ہندو، یہودی یا عیسائی سوال کرے کہ اسلام کا دم بھرنے والوں نے اپنے ہاتھوں یہ سب کچھ کیسے کرلیا؟ تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا؟

پھر افسوس تو اس پر ہے کہ اس جلوس میں شریک کئی شیعہ راہنما موجود تھے، لیکن کسی نے بھی ان شرپسند عناصر اور مجرموں کے اس اقدام کو روکنے کی کوشش کی اور نہ ہی اس کے بعد ان کے اس فعل کی کھلے ذہن اور کھلے الفاظ میں کوئی مذمت کی، حالانکہ سنی علمائے کرام اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے ہر موقع پر ان کے ساتھ اظہار یکجہتی اور ان پر ہونے والے ظلم کے خلاف آواز حق بلند کی ہے۔

اس کے ساتھ میڈیا بھی کئی دن تک مجرمانہ خاموشی کا مرتکب رہا، جس کی بنا پر افواہوں کا بازار گرم رہا، کئی اور شہروں میں بھی حالات کشیدہ ہوگئے اور حالات کو قابو میں لانے کے لئے فوج کو طلب کرنا پڑا۔ ان حالات میں چاہئے تھا کہ حکومتی ارکان اور انتظامیہ کے ذمہ دار افراد میڈیا پر آتے اور قوم کو صحیح حالات سے آگاہ کرتے، لیکن محسوس یوں ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا گیا۔

میڈیا سے منسلک کئی صحافی حضرات یہ لکھ رہے ہیں کہ میڈیا نے اچھا کیا جو اس واقعہ کو کوریج نہیں دی، ورنہ پورے ملک میں آگ لگ جاتی، لیکن دوسری طرف کئی باشعور اور دور اندیش حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ پالیسی ہمیشہ اسی طرح اور اسی انداز میں سب کے ساتھ یکساں رہے تب تو ٹھیک ہے، ورنہ یہ محض مفروضہ اور جانبداری کی واضح دلیل ہے۔ ایک مخصوص فرقے کی پشت پناہی اور ان کو عوامی ردعمل سے بچانے کے علاوہ اس کی کوئی اور توجیہ نہیں ہوسکتی۔

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس، نائب رئیس، انتظامیہ اور ”ادارہ بینات“ اس واقعہ کی بھرپور مذمت کرتا ہے۔ دارالعلوم تعلیم القرآن کے ذمہ داران اور اس سانحہ سے متاثر ہونے والے تمام تاجر حضرات کے اس دکھ، درد، رنج وغم اور نقصان کو اپنا دکھ، درد، رنج وغم اور نقصان سمجھتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان شہدائے کرام کے درجات کو بلند کرے اور آئندہ ہم سب کو ایسے سانحات سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

حکومت پاکستان اور خصوصاً پنجاب حکومت سے سب مسلمانوں کا یہ مطالبہ ہے کہ اس واقعہ کی صاف وشفاف طریقے سے تحقیقات کرائی جائیں، اس سانحہ کے مجرموں اور ان کی پشت پناہی کرنے والوں کو منظر عام پر لاکر سخت سے سخت سزا دی جائے، تاکہ دوسروں کے لئے وہ عبرت کا نمونہ بنیں۔ اسی طرح تاجر برادری، مسجد اور مدرسہ کے نقصانات کا جلد از جلد ازالہ کیا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

توہین رسالت کی سزا صرف موت ہے، حکومت قانون بدلے: شریعت عدالت

عمر قید کی سزا کو قانون سے حذف کرنے کے احکامات بھی جاری، حکومت سے دو ماہ میں عمل درآمد کرنے پر رپورٹ طلب

اسلام آباد (آئی این پی) وفاقی شرعی عدالت نے ۲۳ سال بعد تحفظ ناموس رسالت قانون کے تحت سزائے موت کی سزا کے ساتھ درج عمر قید کی سزا کو قانون سے حذف کرنے کے احکام جاری کردیئے ہیں اور دو مہینے میں حکومت سے عمل درآمد کی رپورٹ طلب کی ہے اور توہین رسالت کی سزا صرف اور صرف موت ہے اس کے علاوہ کوئی اور سزا دینا جائز نہیں ہے۔ جسٹس فدا حسین کی سربراہی میں پانچ رکنی لارجر بنچ نے حشمت حبیب ایڈووکیٹ کی جانب سے توہین عدالت کی درخواست پر فیصلے سناتے ہوئے کہا کہ وفاقی شریعت عدالت نے ۱۹۹۰ء میں فیصلہ دیا تھا کہ سزائے موت کے ساتھ عمر قید کا لفظ لکھا ہوا ہے اس کو حذف کردیا جائے اور نکال دیا جائے۔ کسی بھی رسول کی اہانت قابل قبول نہیں ہے اور اس طرح کی اہانت کرنے والا سزائے موت کا سزاوار ہے۔ حشمت حبیب نے شریعت عدالت میں درخواست دائر کی تھی کہ وفاقی شریعت عدالت کے ۱۹۹۰ء کے فیصلے پر تاحال عمل نہیں کیا جاسکا، اس پر عمل درآمد کا حکم دیا جائے اور عمل نہ کرنے والوں کے خلاف توہین عدالت کی کارروائی کی جائے۔ عدالت نے درخواست پر فیصلے دیتے ہوئے دو ماہ میں قانون سے عمر قید کا لفظ نکالنے کا حکم دیا ہے۔

(روزنامہ جنگ کراچی، ۵ر دسمبر ۲۰۱۳ء)

Regd.SS160

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کی مطبوعات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوة

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4583486, 4783486